سمر (Summer) میں پوچھے جانے والے عمومی سوالات اور ان کے جوابات پر مشتمل اپنی
نوعیت کا ایک منفرد مجموعہ بنام:

گرما گرم سوالات
ٹھنڈے جوابات

مؤلف:

حضرت علامہ مولانا
مفتی ابو حنظلہ خالد تسنیم المدنی
غفر اللہ ذنبہ الخفی والجلی

سمر (Summer) میں پوچھے جانے والے عمومی سوالات اور ان کے جوابات پر مشتمل اپنی نوعیت کا ایک منفرد مجموعہ بنام:

گرما گرم سوالات
ٹھنڈے جوابات

مؤلف:

حضرت علامہ مولانا

مفتی ابو حنظلہ خالد تسنیم المدنی

غفر اللہ ذنبہ الخفی والجلی

سمر (Summer) میں پوچھے جانے والے عمومی سوالات اور ان کے جوابات پر مشتمل

اپنی نوعیت کا ایک منفرد مجموعہ بنام

گرما گرم سوالات
ٹھنڈے جوابات

حضرت علامہ مولانا
مفتی خالد تسنیم المدنی
ابو حنظلہ
غفر اللہ ذنبہ الخفی والجلی

+447429436326

تعارف	8
کتاب کی خصوصیات	9
پہلے مجھے پڑھیے	11
انتساب	14
کچھ مؤلف کے بارے	15
موسم گرما کی حکمت	20
اسلام میں سوال کی اہمیت	21
جہنم میں گرمی کا عذاب	24
كتاب الطهارة	**29**
گرمی(Summer)اور سردی(winter)کا استنجاء	30
گرمی کے دانوں سے نکلنے والے پانی کا شرعی حکم	30
کیا گرمی میں غسل کرنے سے وضو بھی ہو جاتا ہے؟	34
دھوپ کے گرم پانی سے وضو یا غسل کرنا	36
برف سے وضو کرنا	37
گرمی میں سن کریم(Sun cream)لگی اور وضو کا حکم	38
گرمیوں میں نیند کے جھونکے آنے سے وضو ٹوٹنے کا حکم؟	39
گرم پانی سے وضو کرنا	45
گرمی کی وجہ سے اتارے ہوئے موزوں پر مسح کا شرعی حکم	46
كتاب الصلاة	**49**

گرمی میں نمازِ مغرب کا وقت 50
سمر(Summer)میں ظہر کا مستحب وقت 50
گرمی کی وجہ سے عورت کا گھر کی چھت پر نماز پڑھنا کیسا؟ 53
گرمی کی وجہ سے قمیص اتار کر نماز پڑھنا 54
گرمی کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھنا 55
نمازی کو ہاتھ والے پنکھے سے ہوا دینے کا حکم 56
گرمیوں میں مسجد کے صحن(Courtyard)میں جماعت کروانا 58
گرمی کی وجہ سے باریک دوپٹے میں نماز کا حکم 58
گرمی کی وجہ سے مسجد کی جماعت چھوڑنا 62
گرمی کی وجہ سے صفوں کے درمیان فاصلہ کرکے نماز پڑھنا 64
گرمی کی وجہ سے فقط بنیان پہن کر نماز پڑھنے کا حکم 70
عورت کا اندھیرے(Dark)میں ننگے سر نماز پڑھنا 72
یوکے ویورپ(Europe,UK)میں بی نائٹ(Night .B)اور نمازِ عشاء کا مسئلہ 73
کتاب المسجد 87
گرمی میں مسجد کی چھت پر کھلے آسمان میں نماز پڑھنے کا شرعی حکم 88
موسم گرما میں صحن مسجد میں جماعت 89
گرمی کی وجہ سے پہلی صف کی بجائے دوسری صف میں پنکھے کے نیچے نماز پڑھنا 91
پسینے والے کپڑے پہن کر مسجد میں جانے کا شرعی حکم 92
گرمیوں میں مسجد سے پانی بھر کر لے جانے کا شرعی حکم 96

كتاب الاعتكاف	**99**
عورت کا حالتِ اعتکاف میں گرمی کی وجہ سے غسل کرنا کیسا؟	100
حالت اعتکاف میں گرمی کے لیے غسل کرنا کیسا؟	103
نماز میں فولڈڈ آستین(folded seelve)کا حکم	106
والدین گرمی کی وجہ سے مسجد میں نماز پڑھنے سے منع کرنا	108
سردی اور گرمی میں رہائش الگ الگ ہو تو اقامت کا حکم	109
كتاب الحج والعمرة	**113**
گرمی کی وجہ سے احرام میں پتلا لباس پہننا	114
گرمی میں حج کی رمی کا شرعی حکم	116
حالت احرام میں گرمی کی وجہ سر یا چہرہ چھپانا	119
محرم کا گرمی کی وجہ سے ٹاول یوز(Towel use)کرنا	130
حالتِ احرام میں بیلٹ(Belt)یا لاسٹک(Elastic)والی چھتری پہننا کیسا؟	134
گرمی کی وجہ سے محرم کا شاور(Shower)یا غسل کرنا	141
كتاب الصوم	**145**
گرمی میں چھوٹے ہوئے روزے سردی میں رکھنا کیسا؟	146
گرمی کی وجہ سے روزہ چھوڑنے کا شرعی حکم	147
مسلسل روزے رکھنے کی منت اور گرمی کی وجہ سے روزہ چھوڑنے کا حکم	148
امتحانات کے سبب رمضان کے روزے چھوڑنا کیسا؟	156
كتاب الاجارة	**157**

موسمِ گرما کی چھٹیوں(Summer vacation)کی کٹوتی	158
کتاب اللباس	**162**
سمر(Summer)میں عورتوں کا مردانہ لباس پہننا	163
ناپاک چادر اوڑھ کر نماز پڑھنا	166
گرمیوں میں مچھر کا خون کپڑوں پر لگا جائے تو؟	167
گرمی کی وجہ سے ہاف ٹراؤزر(Half Trouser)یا شورٹس(Shorts)پہننا	168
گرمی کے لئے رکھے ہوئے کپڑے حاجات اصلیہ ہیں؟	176
کتاب الحظر والاباحۃ	**178**
گرمی میں نازل ہونے والی آیات	179
گرمیوں میں آم کی گٹھلیوں سے کھیلنا کا شرعی حکم	180
اس طرح بیٹھنا کہ کچھ حصہ دھوپ میں ہو اور کچھ سائے میں	183
شربت میں انگلی داخل ہو گئی، تو کیا اس کا پینا مکروہ ہے؟	186
گرمی کی بارش کا پانی پی سکتے ہیں یا نہیں؟	190
کپ(Cup)میں گرم پانی ڈالنے پر تصویر کا ظاہر ہونا	191
خالد تسنیم مدنی کی دیگر تالیفات	193

تعارف

کتاب کا نام: **گرما گرم سوالات، ٹھنڈے جوابات**

موضوع: فقہ

جمع وترتیب: **خالد تسنیم مدنی** (غفر اللہُ الباري ذنبَہ الغفيرِ والجلي)

اشاعت اول: July,2026

پروف ریڈنگ: محمد حمزہ مدنی

صفحات: 190

پبلشر: مکتبہ صوت القلم

تحریر میں کوئی غلطی پائیں تو ہمیں ضرور بتائیں تاکہ اس کی تصحیح کی جا سکے نیز علمی، تحقیقی اور اصلاحی مشورے بھی دیے جا سکتے ہیں۔

+447429436326

کتاب کی خصوصیات

یہ کتاب فقہی مسائل کا ایک جامع اور مستند مجموعہ ہے جس میں موسم گرما کے دوران روزمرہ زندگی سے متعلق ضروری احکامِ شرعیہ کو سوال وجواب کے آسان انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ قرآن وسنت، فقہِ حنفی اور معتبر فتاویٰ کی روشنی میں مرتب شدہ یہ مجموعہ عوام وخواص، طلبہ واساتذہ اور ائمہ وخطباء سب کے لیے یکساں مفید اور رہنما ہے۔ اس کتاب میں مندرجہ ذیل باتوں کا اہتمام کیا گیا ہے۔

✤ آیاتِ قرآنی اور احادیث اعراب اور ترجمہ کے ساتھ

تمام قرآنی آیات کلر فل (colour full)، مکمل اعراب اور آسان اردو ترجمہ کے ساتھ درج کی گئی ہیں، جس سے تلاوت، فہم اور تدبر میں

سہولت پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح احادیثِ نبویہ ﷺ کتبِ حدیث کے حوالہ جات کے ساتھ ذکر کی گئی ہیں، تاکہ علمی اعتماد اور تحقیقی معیار برقرار رہے۔

✤ جدید اور مؤثر اسلوبِ تحریر

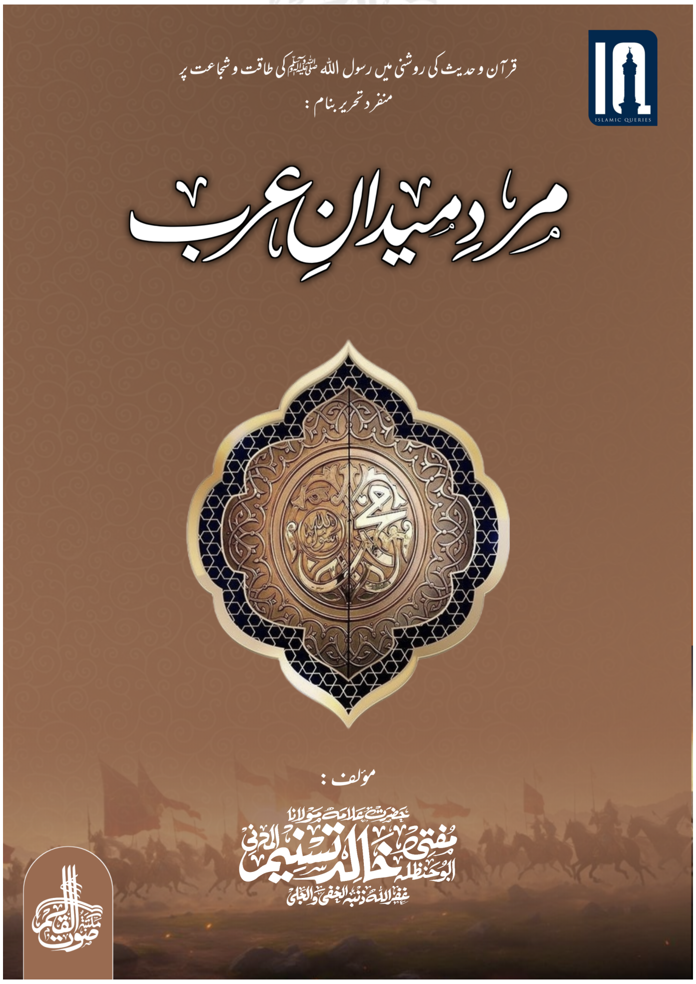
کتاب کا اندازِ بیان علمی ہونے کے ساتھ ساتھ عصرِ حاضر کے قاری کی ضرورتوں کے مطابق سادہ، رواں اور دلنشین رکھا گیا ہے قارئین کی سہولت کے لئے انگلش (English) کے الفاظ کی ٹرانس لیٹریشن (Transliteration) بھی ساتھ لکھی گئی ہے تاکہ پڑھنے اور مفہوم سمجھنے میں آسانی ہو،

✤ ماڈرن اندازِ فہرست

نیز کتاب کے شروع میں دی گئی فہرست میں کسی بھی سطر، عنوان یا صفحہ نمبر پر کلک (click) کرنے سے آپ ڈائریکٹ (direct) اپنے مطلوبہ عنوان یا صفحہ پر پہنچ جائیں گے، جس سے آپ وقت کے ضیاع اور سکرولنگ (scrolling) کی جھنجھٹ دونوں سے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔

✤ مستند فقہی مراجع پر اعتماد

مسائل کی تخریج اور تحقیق معتبر فقہی کتب اور جید علماء کے اقوال کی روشنی میں کی گئی ہے



پہلے مجھے پڑھیے

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔درود و سلام ہو سَیِّدُ الْمُبَلِّغِیْن، رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِیْن ، خَاتَمُ الْمُرْسَلِیْن، رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِیْن ، شَفِیْعُ الْمُذْنِبِیْن، اَنِیْسُ الْغَرِیْبِیْن ﷺ پر جنہوں نے انسانیت کو ہدایت کے نور سے منور کیا اور اسلامی تعلیمات کے ذریعے زندگی کے ہر پہلو کو آسان اور شفاف بنایا۔اسلام دین فطرت ہے،اور اس کی تعلیمات ہر زمانے،ہر خطے،اور ہر موسم کے لیے مکمل رہنمائی فراہم کرتی ہیں۔سال کے مختلف اوقات اور موسمی تبدیلیاں انسان کے روزمرہ معاملات پر اثرانداز ہوتی ہیں،اور اسی وجہ سے اسلامی شریعت نے ان کے بارے میں جامع اور واضح احکام بیان کیے ہیں۔موسم گرما،جو گرمی اور بعض اوقات شدید مشکلات کا موسم ہوتا ہے، بھی انسان کے لیے مختلف شرعی مسائل پیدا کرتا ہے۔

موسم گرما کے دوران مسلمان مختلف چیلنجز(challenges)کا سامنا کرتے ہیں، جیسے گرم پانی کے استعمال میں دشواری،کام کاج میں گرمی کی شدت، نماز کے اوقات میں کمی جیسے یوکے ویورپ کے بعض ممالک میں نماز عشا کا مسئلہ،اور بعض عبادات کو انجام دینے میں مشکلات۔ان حالات میں اسلام نے نہ صرف آسانی اور سہولت فراہم کی ہے بلکہ واضح احکام اور رہنمائی بھی دی ہے تاکہ مسلمان دین پر عمل کرتے ہوئے ان مشکلات سے نکل سکیں۔

اللہ کے فضل سے ہماری کتاب "**ٹھنڈے سوالات گرما گرما جوابات**" جو کہ موسم سرما کے عمومی مسائل پر مشتمل تھی اس کی بے پناہ مقبولیت کے باعث ہم نے ارادہ کیا کہ ایک ایسی ہی کتاب موسم گرما کے لئے بھی ہونی چاہیے لہذا ہم نے اسی سلسلے کو آگے بڑھاتے ہوئے موسم گرما کے دوران پیش آنے والے روزہ مرہ کے اہم اسلامی مسائل کو تفصیل سے یکجا کرنے کی کوشش کی ہے تاکہ بالخصوص ریڈرز (readers) اور بالعموم جملہ اہل اسلام کے لئے گرمی کے موسم میں درپیش شرعی مسائل کا حل ایک جگہ ہی تلاش کرنا آسان ہو جائے۔اس کتاب میں سارے کے سارے جوابات ہمارے دیے ہوئے نہیں ہیں بلکہ ہمارے جوابات کے ساتھ ساتھ دیگر مختلف مفتیان کرام کثرھم اللہ کے دیے ہوئے جوابات بھی ہم نے یہی پر نقل کر دیے ہیں تاکہ موسم گرما کے متعلق شرعی مسائل ایک جگہ اکٹھا ہو جائیں، ہم نے اس کتاب کا نام پچھلی کتاب کے نہج پر ہی "**گرما گرم سوالات، ٹھنڈے جوابات**" رکھا ہے،اس کتاب میں سوالات کی ترتیب بھی فقہی ترتیب یعنی کتاب الطہارت، کتاب الصلاۃ۔۔۔۔الی آخرہ پر رکھی گئی ہے تاکہ ممکنہ صورت میں مسئلہ تلاش کرنا آسان ہو جائے،الغرض یہ کتاب ان تقریبا تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالتی ہے جن سے موسم گرما میں ایک مسلمان کا واسطہ پڑ سکتا ہے۔ہر مسئلے کو قرآن و سنت اور فقہ حنفی کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے اور علماء کرام کے مستند فتاویٰ کو بنیاد بنا کر آسان اور قابل عمل حل پیش کیے گئے ہیں۔

میری دعا ہے کہ یہ کتاب قارئین کے لیے نہ صرف علم کا ذریعہ بنے بلکہ عملی زندگی میں بھی سہولت فراہم کرے۔اللہ تعالیٰ ہمیں دین اسلام کو سمجھنے ،اس پر عمل کرنے اور دوسروں تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری اس کاوش کو اپنی بارگاہ ایزدی میں قبول فرمائے۔(آمین)

خالد تسنیم مدنی

اسلامک ریسرچ اسکالر

Birmingham (UK)

+447429436326

KHALID TASNEEM MADANI

انتساب

میں یہ کتاب میں اپنے ان عظیم ہستیوں کے نام کرتا ہوں

جو میرے وجود کی بنیاد ہیں، جن کی دعاؤں، تربیت اور قربانیوں نے میری زندگی کو کامیابی اور علم کے راستے پر گامزن کیا۔ آپ کی محبت، صبر، اور حوصلہ افزائی نے مجھے ہمیشہ آگے بڑھنے کا حوصلہ دیا۔ میری مراد میرے

والدین

اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے بھائیوں کے نام جنھوں نے تحصیل علم میں میرا بھرپور ساتھ دیا اور پھر اپنی رفیقہ حیات کے نام جو میرے علمی کاموں میں بھرپور تعاون کرتے ہیں اور اکثر کتاب کی تیاری میں اپنی علمی اور عملی مدد فراہم کرتے ہیں، اور ہر مرحلے پر میرا ساتھ دیتے ہیں بلکہ ان سب علمی کاوشوں کو ان تمام کی دعاؤں کا عکس کہا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو دنیا اور آخرت کی کامیابیوں سے نوازے اور ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ یہ کتاب ان تمام افراد کے لیے ایک محبت بھرا تحفہ ہے جنھوں نے کسی بھی طرح میری رہنمائی کی یا میری علمی کاوشوں میں معاونت فراہم کی۔

خالد تسنیم مدنی

کچھ مؤلف کے بارے

حضرت علامہ ابو حنظلہ خالد تسنیم مدنی پاکستان کے صوبہ پنجاب کے شہر گجرات کے نواحی ایک قصبے میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم گھر اور قصبہ کی مرکزی جامع مسجد سے حاصل کی درس نظامی کی تعلیم کا باقاعدہ آغاز لاہور کی عظیم درسگاہ، جامعۃ المدینہ کاہنہ نو سے کیا اور وہی سے فراغت حاصل کی۔شوق و محنت اور اعلی ذہانت کی وجہ سے ان کا کلاس میں نمایاں علمی مقام تھا، بہت محنتی اور سلیقہ مند طالب علم تھے، سبق کو کلاس میں ہی اچھے سے سمجھ لیا کرتے اور کلاس کے بعد اپنے کلاس فیلوز کے ساتھ تعلیمی حلقوں میں ان کی مدد کرتے اور اپنا سبق رات کو جب سب سو جاتے تب دہرائی اور اگلے دن کے سبق کی تیاری و عربی شروحات کا مطالعہ کرتے، علمی ابحاث میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے اسی وجہ سے دوران طالب علمی اساتذہ کی خاص شفقتیں ان پر رہیں جن کی بدولت جامعہ کے ہونہار طالب علم کے طور پر ابھرے۔

درسی نظامی سے فراغت پر نہ صرف امیر اہلسنت دامت برکاتہم العالیہ نے اپنے ہاتھوں سے آپ کے سر پر دستار بندی فرمائی بلکہ ایک قلم بھی تحفۃ عنایت فرما کر گویا امت مسلمہ کی اصلاح کا کام قلم کے ذریعے کرنا بھی آپ کے سپرد فرمایا۔

آپ ذہین و فطین اور درسی اسباق پر مضبوط گرفت ہونے کی وجہ سے اساتذہ نے دوران طالب علمی ہی تدریس کا حکم دے دیا تھا پس 2008ء سے لے کر تا دم

تحریر(2026)آپ مسلسل درسِ نظامی کی مروجہ درسی کتب تدریس فرمارہے ہیں (پہلے اپنے مادری وطن پاکستان میں اور تاحال یوکے میں)دراصل موصوف دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ دنیاوی تعلیم میں بھی یکسر نمایاں رہے اور دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ ذاتی طور پر پنجاب یونیورسٹی(Punjab University)سے بھی تعلیمی سلسلہ جاری رکھا ہوئے تھے اسی لیے آپ ابتداءً تعلیمی سرگرمیوں کے سلسلے میں ہی لندن والتھم کالج(London Waltham College)تشریف لائے اور پھر ساتھ ہی اصلاح امت کے پیشِ نظر دین متین کی اشاعت وترویج کے لیے یوکے(UK)میں اپنی دینی خدمات بصورت درس وتدریس،وعظ و تبلیغ سرانجام دیتے رہے اور تاحال یوکے(UK)ہی میں درسی کتب کی تدریس کا سلسلہ جاری ہے اور اب تو نہ فقط پاکستان میں بلکہ یوکے(UK)بھر میں آپ کے برٹش اسٹوڈنٹس (British students)بھی عالم بن کر آگے علم کی شمع روشن کرتے ہوئے منصبِ تدریس پر فائز ہیں

آپ نے بیسیوں اساتذہ سے فیضِ اکتساب حاصل کیا ہے سب کے نام ذکر کرنا مشکل ہے البتہ آپ کے حدیث اور تخصص فی الفقہ کے چند اساتذہ کے نام مندرجہ ذیل ہیں

استاد العلماء، شیخ الحدیث علامہ غلام شبیر سعیدی(حفظہ اللہ القوی)

استاد العلماء، شیخ الحدیث، شارح ترمذی مفتی محمد ہاشم خان مدنی(سلمہ الغنی)

استاد العلماء، شیخ الحدیث، علامہ محمد عامر حمید مدنی(سلمہ الغنی)

جامع المعقول والمنقول،استاد العلماء، شیخ الحدیث، محمد خلیل مدنی(رحمہ اللہ)

استاذالعلماء، رئیس دار الحدیث والافتاء، جامعۃ النور جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان،
ڈاکٹر مفتی محمد عطاءاللہ نعیمی (عفی عنہ)
رئیس دارالافتاءدارالعلوم حشمت رضا، مفتی عطاء محمد مشاہدی (عفی عنہ)
رئیس دارالافتاء فیضان شریعت، ابواطہر مفتی محمد اظہر مدنی (سلمہ الغنی)

ویسے تو آپ اسلامک کوئیرز (Islamic queries) کی شکل میں لوگوں کی علمی پیاس بصورت سوال وجواب بجھاتے ہی رہتے ہیں انتہائی مصروفیت کے باوجود آپ اپنی تالیفی خدمات کی صورت میں مندرجہ ذیل کتب ترتیب دے چکے ہیں

۱-ایام معدودات اور آپ کے سوالات (کتاب الصیام) (اردو، انگلش)
۲-ایام معدودات اور آپ کے سوالات (کتاب الصدقات)
۳-ایام معدودات اور آپ کے سوالات (کتاب الزکاۃ)
۴-ماہ مواسات اور آپ کے سوالات کے جوابات (اردو، انگلش)
۵-سوشل میڈیا استعمال کرنے کے اسلامی آداب (اردو، انگلش)
۶-اسماء سور القرآن و وجوھھا (قرآنی سورتوں کے نام رکھنے کی حکمتیں)
۷-الاسماء القرآنیۃ لیوم القیامۃ (روز قیامت کے قرآنی نام)
۸-زبدۃ البیان في خلاصۃ سور القرآن (قرآنی سورتوں کے مضامین کا خلاصہ)
۹-سردی کا موسم اور ہم
۱۰-ایک گناہ سترہ گواہ

۱۱-ہیومن رائٹس اور ہمارا اسلام (اردو، انگلش)

۱۲-مسائل صراط الجنان (حصہ 1)

۱۳-مسائل صراط الجنان (حصہ 2)

۱۴-مسائل صراط الجنان (حصہ 3)

۱۵-مسائل صراط الجنان (حصہ 4)

۱۶-مسائل صراط الجنان (حصہ 5)

۱۷-مسائل صراط الجنان (حصہ 6)

۱۸-عقائدِ اہلسنت

۱۹-گناہ دھونے والا صابن

۲۰-اوور سیز اور وقتِ قربانی (اردو انگلش)

۲۱- الرقية الشرعية

۲۲-تسمیہ کے احکام شرعیہ

۲۳-بچوں کے تحائف کا شرعی حکم

۲۴ -يسألونك (وہ آپ سے پوچھتے ہیں)

۲۵-گھیراؤ جلاؤ پتھراؤ اور اسلامی تعلیمات

۲۶-محبت اللہ جن سے کرتا ہے

۲۷-قوت حافظہ بڑھانے والے وظائف

۲۸-نکاح کا پرپوزل (اردو، انگلش)

۲۹-زیارات مقامات مقدسہ (ترکی کا سفر)

۳۰-مرد میدان عرب

۳۱-ٹھنڈے سوالات، گرما گرم جوابات

۳۲-مراتب علم

۳۳-Babies کے اسلامی نام

۳۴-قدم بقدم سوئے حرم

۳۵-حدیث نبوی کا پیغام دور حاضر کے نام

۳۶-Happy وائف، Happy لائف

۳۷۔مزاجِ تسنیم

۳۸۔خواتین کے سوالات، رحمۃ للعالمین ﷺ کے جوابات

۳۹۔ نسلِ نو کی تربیت اور اندازِ نبوی

۴۰۔پرائیویسی اور اسلام

۴۱۔اینمل رائیٹس اِن اسلام

۴۲۔ گرما گرم سوالات، ٹھنڈے جوابات

اور ھنوز مزید سلسلہ جاری ہے، اللہ پاک آپ کو درازی عمر بالخیر عطا فرمائے اور آپ کے وجود سے دین اسلام کی اشاعت کو مزید عروج بخشے (آمین)

سید کلیم افضل مدنی

(گوجرانوالہ، پاکستان)

موسم گرما کی حکمت

اللہ تعالی کا ہم پے یہ احسانِ عظیم ہے کہ اس نے ہمیں مختلف قسم کے موسم سے لطف اندوز ہونے کا موقع میسر فرمایا، مختلف قسم کے یہ مواسم انسانی زندگی میں حسن ولطافت کا اضافہ کرتے ہیں۔ موسمِ سرما سال کے چار موسموں میں سے ایک ہے اس موسم میں دن چھوٹے اور راتیں لمبی ہو جاتی ہیں۔ جس طرح اللہ تعالی نے انسان کی طبیعت مزاج، رنگ ونسل، شکل وصورت اور خاندان وقبیلے میں اختلاف رکھا ہے، اسی طرح سال کے موسموں میں بھی تبدیلی پائی جاتی ہے۔ ان موسموں کا بدلنا، درختوں کے پتوں کا رنگ بدلنا یا گرجانا، یہ سب تبدیلی کی نشانی ہے۔ تغیر ہی اس کائنات کا راز ہے۔ موسموں کی تبدیلی ہمیں ایک سبق دے کر جاتی ہے کہ کائنات کی ہر شے کو بدلنا ہے جو آیا ہے اس نے جانا ہے۔ جس پر آج عروج ہے کل زوال ہو گا، قرآن مجید میں بھی اللہ نے فرمایا

اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ اخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَ النَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ

ترجمہ: بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کی باہم بدلیوں میں نشانیاں ہیں عقلمندوں کے لئے۔ (آل عمران:190)

موسم گرما میں ایک حکمت جہنم کی یاد بھی ہے چنانچہ بُخاری شریف حدیث نمبر 537 میں ہے: جہنّم نے اپنے رَبّ کے پاس شکایت کی کہ میرے بعض اَجزا (Parts) نے بعض کو کھالیا ہے، تو اِسے 2 مرتبہ سانس کی اِجازت دی گئی، ایک

سردی میں ایک گرمی میں۔ جو تیز گرمی تم پاتے ہو یہ دوزخ کی گرم سانس سے ہے اور جو تیز ٹھنڈک تم پاتے ہو یہ اُس کی ٹھنڈی سانس سے ہے۔

(بخاری، کتاب: مواقیت الصلاۃ، باب: الابراد بالظہر، صفحہ:202، حدیث:537)

مشہور مفسرِ قرآن، حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خان نعیمی رَحمۃُ اللہ عَلَیْہ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں: دوزخ جب اُوپر کو سانس لیتا ہے تو دُنیا میں عموماً سردی کا زور ہوتا ہے اور جب نیچے کو سانس چھوڑتا ہے تو عموماً گرمی کی شدت (ہو جاتی ہے)۔

(مِرآۃ المناجیح، جلد:، صفحہ:380)

اسلام میں سوال کی اہمیت

اسلام ایک ایسا دین ہے جو علم، تحقیق، غور و فکر اور صحیح رہنمائی حاصل کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ اسی لیے اسلام میں سوال کرنا نہ صرف جائز بلکہ بہت سے مواقع پر ضروری اور باعثِ اجر عمل ہے۔ انسان جب کسی دینی یا دنیوی معاملے سے ناواقف ہو تو اس پر لازم ہے کہ علم والوں سے دریافت کرے تاکہ وہ صحیح راستہ اختیار کر سکے۔ قرآنِ کریم اور احادیثِ مبارکہ میں متعدد مقامات پر سوال کی اہمیت اور اس کے آداب بیان کیے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَسْــٴَـلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

ترجمہ: ”اگر تم نہیں جانتے تو علم والوں سے پوچھ لو۔“

(سورۃ النحل:43)

یہ آیت واضح کرتی ہے کہ لاعلمی پر قائم رہنا پسندیدہ نہیں بلکہ اہلِ علم سے رجوع کرنا اسلامی تعلیمات کا تقاضا ہے۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ

ترجمہ: ”مسلمانوں سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب کے سب نکلیں تو کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائیں۔“

(سورۃ التوبہ:122)

یہ آیت دین سیکھنے اور دوسروں کی رہنمائی کے لیے سوال و جواب اور علمی تحقیق کی بنیاد فراہم کرتی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّمَا شِفَاءُ الْعِيِّ السُّؤَالُ

ترجمہ: ”بے علمی کا علاج سوال کرنا ہے۔“

(سنن ابی داؤد، حدیث:336)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جہالت کا خاتمہ سوال کے ذریعے ہوتا ہے، اس لیے کسی مسئلے میں شرم محسوس کرنا مناسب نہیں، بلکہ صحیح علم حاصل کرنا ضروری ہے



جهنم میں گرمی کا عذاب

سُوال

آج کل سردی کا موسم ہے تو کیا جہنم میں سردی کا بھی عذاب ہو گا؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

جہنم میں ''زَمْھَرِیْر'' نامی ایک طبقہ ہے جس میں ٹھنڈک کا عذاب ہے۔اس میں اتنی شدید ٹھنڈک ہو گی کہ جب کافر کو اس میں ڈالا جائے گا تو ٹھنڈک سے اس کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔

(عمل الیوم واللیلۃ، باب مایقول اذا کان یوم شدید الحر او شدید البرد، ص۱۳۶، حدیث:۳۰۷ الشرکۃ الجزائریۃ اللبنانیۃ)

اب خُدا جانے کہ وہاں کتنی سخت ٹھنڈک ہو گی یہاں تو ہم برف باریاں سنتے رہتے ہیں اور سردی میں بندے گھوم پھر رہے ہوتے ہیں تو یہ ٹھنڈک کم ہے اَصل ٹھنڈک ''زَمْھَرِیْر'' کی ہو گی جو واقعی اِیذا دینے والی ٹھنڈک ہو گی اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو اس سے محفوظ رکھے۔(اٰمِیْن بِجَاہِ النَّبِیِّ الْاَمِیْن صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

بخاری شریف میں ہے:

عن أبي هريرة، عن النبي صلى الله عليه و سلم قال۔۔۔ اشتكت النار إلى ربها، فقالت: يا رب أكل بعضي بعضا، فأذن لها بنفسين، نفس في

الشتاء و نفس فی الصیف، فھو أشد ما تجدون من الحر، و أشد ما تجدون من الزمھریر

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جہنّم نے اپنے رَب کے پاس شکایت کی کہ میرے بعض اَجزاء نے بعض کو کھالیا ہے، تو اِسے دو مرتبہ سانس کی اِجازت دی گئی، ایک سردی میں ایک گرمی میں۔ اب سخت گرمی جو تم محسوس کرتے ہو، وہ جہنم کی سانس کی بناپر ہوتی ہے اور سخت سردی محسوس کرتے ہو تو وہ جہنم کی زمہریر کی بناپر ہے۔

(صحیح البخاری، جلد 1، صفحہ 113، دار طوق النجاۃ)

سب جانتے ہیں کہ سورج کی تپش سے گرمی پیدا ہوتی ہے لیکن گرمیوں میں بھی ہر جگہ ایک جیسی گرمی ہو، یہ ضروری نہیں۔ حدیث پاک میں جہنم کے ایک عمل کا ذکر ہے، اس عمل سے زمین کے کتنے حصے پر کیا ظاہر ہوگا اور کیا نہیں؟ اور اس کی سانس کی زد میں سارے علاقے آتے ہیں یا نہیں؟ اور کون سے علاقے آتے ہیں اور کون سے نہیں؟ اس تعلق سے حدیث پاک میں اجمال ہے اور اس کی تفصیل و صراحت نہیں ہے اور نہ ہی اس حدیث کو حقائق کے منافی قرار دیا جاسکتا ہے۔ حقائق کے منافی تو اس وقت قرار دیا جائے کہ جب حدیث میں یہ بیان کیا ہو کہ ساری زمین دونوں سانسوں کی زد میں ضرور آئے

گی۔ چنانچہ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح میں علامہ علی بن سلطان محمد ابوالحسن نور الدین المعروف ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری (المتوفی 1014) فرماتے ہیں

و هذا من جملة الحكم الإلهية حيث أظهر آثار الفيح فى زمان الحر، و آثار الزمهرير فى الشتاء لتعود الأمزجة بالحر والبرد. فلو انعكس لم تحتمله. إذ الباطن فى الصيف بارد فيقاوم حر الظاهر، و فى الشتاء حار فيقاوم برد الظاهر وأما اختلاف حر الصيف و برد الشتاء فى بعض الأيام. فلعله تعالى يأمر بأن يحفظ تلك الحرارة فى موضع. ثم يرسلها على التدريج حفظا لأبدانهم وأشجارهم، وكذا البرد

یعنی یہ الٰہی حکمتوں میں سے ہے کہ اس نے گرمی کے زمانے میں گرمی کے اثرات اور سردیوں میں سردی کے اثرات دکھائے تاکہ لوگوں کے مزاج گرمی سردی کے عادی ہو جائیں۔ اگر اس کا برعکس ہو جائے تو لوگ اس کو برداشت نہیں کر سکیں گے کیونکہ گرمیوں میں اندرونی حصہ ٹھنڈا ہوتا ہے اور باہر کی گرمی کے خلاف مزاحمت کرتا ہے اور سردیوں میں یہ گرم ہوتا ہے اور باہر کی سردی کے خلاف مزاحمت کرتا ہے۔ کچھ دنوں میں گرمی اور کچھ دنوں میں سردی ہوتی ہے تو یہ شاید اس وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم اسی طرح ہو کہ گرمی کو مخصوص علاقوں میں رکھا جائے اور پھر اسے آہستہ آہستہ

چھوڑا جائے تاکہ لوگوں کے جسموں اور درختوں کو محفوظ رکھا جاسکے۔اسی طرح سردی کا معاملہ ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، جلد 2، صفحہ 527، دار الفکر، بیروت)

اس حدیثِ پاک کے تحت نزہۃ القاری میں ہے: ''اس حدیث پر آج کل یہ بہت اشکال پیش کیا جاتا ہے کہ اگر یہ صحیح ہے کہ گرمی کی شدت جہنم کے جوش کی وجہ سے ہے، تو یہ ضروری ہونا چاہیے تھا کہ گرمیوں میں دن رات چوبیس گھنٹے یکساں گرمی ہوتی، اسی طرح جاڑوں میں جاڑا بھی۔ نیز پوری دنیا میں ایک ہی ساتھ گرمی اور ایک ہی ساتھ جاڑا رہتا۔ حالانکہ خطِ استواء کے جانبِ شمال جب گرمی پڑتی ہے، تو جانبِ جنوب جاڑا رہتا ہے اور جب اُدھر جاڑا رہتا ہے، تو اِدھر گرمی۔ نیز خطِ استواء پر ہمیشہ موسم معتدل رہتا ہے۔ حالانکہ وہاں بھی گرمی اور جاڑا دیگر بلاد کی طرح رہنا چاہیے۔ اقول و باللہ التوفیق: اگر جہنم ایک ہی سانس لیتا، تو خطِ استواء کے شمالی اور جنوبی بلاد میں موسم کے تضاد سے استحالہ درست تھا۔ حدیث میں ہے: دو سانس لیتا ہے یعنی: پوری دو سانس، ایسا نہیں کہ سانس ایک ہی لیتا ہے، اندر باہر کرنے کو دو سے تعبیر کر دیا۔ پوری سانس کا مطلب ہوتا ہے کہ باہر سے اندر کھینچے اور اندر سے باہر پھینکے۔ جو بلاد اندر کھینچتے وقت اس کی زد میں آتے ہیں وہاں جاڑا پڑتا ہے، جو باہر پھینکنے کی زد میں آتے ہیں وہاں گرمی۔ کبھی شمالی بلاد کی طرف باہر پھینکنے کا رخ ہوتا ہے، تو ادھر گرمی ہوتی ہے اور کبھی جنوبی بلاد کی طرف باہر پھینکنے کا رخ ہوتا ہے، تو ادھر گرمی، اسی طرح جاڑا بھی۔۔۔۔ مطلب یہ ہوا کہ اس نواح کے

جاڑے میں ایک سانس لیتا ہے اس کی پوزیشن یہ ہوتی ہے کہ اس نواح کے بلاد کے رخ سے سانس اندر کھینچتا ہے اور بلاد جنوبی کی جانب پھینکتا ہے۔اس کے نتیجے میں بلاد شمالی میں جاڑا رہتا ہے اور بلاد جنوبی میں گرمی۔اسی طرح نواح مدینہ طیبہ یعنی بلاد شمالی کے گرمیوں کے دنوں میں بلاد جنوبی سے سانس اندر کھینچتا ہے اور بلاد شمالی کی طرف نکالتا ہے اس کے نتیجے میں بلاد جنوبی میں جاڑا اور بلاد شمالی میں گرمی رہتی ہے۔

(نزہۃ القاری، جلد 2، صفحہ 215، مطبوعہ لاہور)

حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمۃ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں: ''اگرچہ گرمیوں کے موسم میں بعض پہاڑوں اور بعض مقامات پر ٹھنڈک رہتی ہے لیکن یہ اس کے خلاف نہیں جیسے سورج کی گرمی ایک ہے لیکن اس کے اثر کا ظہور زمین پر مختلف، کہیں سردی، کہیں گرمی، ایسے ہی ادھر بھی ہے کہ بھڑک کی توجہ جہاں زیادہ ہے وہاں گرمی، جہاں کم ہے وہاں سردی،۔۔۔یعنی دوزخ جب اوپر کو سانس لیتا ہے تو دنیا میں عموماً سردی کا زور ہوتا ہے اور جب نیچے کو سانس چھوڑتا ہے تو عموماً گرمی کی شدت۔

(مرآۃ المناجیح، جلد 1، صفحہ 380، مطبوعہ گجرات)

کتاب الطھارۃ

گرمی (Summer) اور سردی (winter) کا استنجاء

سُوال

گرمی اور سردی کے استنجے میں کیا فرق ہے؟ یا دونوں ایک ہی طریقہ سے ہوتے ہیں؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

پانی سے استنجاء کرنے کا طریقہ تو سیم (Same) ہی ہے البتہ ٹشو پیپر (Tissue Paper) یا ڈھیلہ (stone) سے استنجا کرنے میں مرد کے لئے فرق ہے، گرمی میں عام طور پر خصیتین (Testicles) لٹکے اور ڈھیلے رہتے ہیں اس لیے ٹشو پیپر (Tissue Paper) یا ڈھیلے (stone) سے بڑے استنجے کا مقام صاف کرنے میں آگے سے پیچھے کی طرف کو لے جائے تاکہ خصیتین نجاست میں ملوث نہ ہوں اور سردی میں اس کے خلاف کریں یعنی بڑے استنجے کا مقام صاف کرنے میں پیچھے سے آگے کی طرف کو لے جائے۔

گرمی کے دانوں سے نکلنے والے پانی کا شرعی حکم

سُوال

گرمیوں میں جو دانے نکلتے ہیں، اگر وہ پھٹ جائیں، یعنی ان میں سے پانی نکلے، تو کیا وہ پانی

ناپاک ہوگا؟اور نماز کا کیا حکم ہوگا؟اور کیا پانی لگنے سے کپڑے بھی ناپاک ہو جائیں گے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

دانوں سے نکلنے والا پانی اگر نکل کر دانوں کے سرے سے فلو(Flow) کر جائے، یا فلو (Flow) کرنے سے پہلے صاف کر لیا گیا، لیکن ظن غالب ہے کہ اگر صاف نہ کیا جاتا، اس کا راستہ کھلار کھا جاتا، تو فلو(Flow) کر جاتا، تو اس سے وضو بھی ٹوٹ جائے گا،اور وہ پانی نجاستِ غلیظہ ہوگا، کہ انسانی بدن سے نکلنے والی ایسی چیز جس سے وضو یا غسل ضروری ہو، وہ نجاستِ غلیظہ ہے، لہذا وہ پانی جسم یا لباس کے جس حصے پر لگے گا، اتنا حصہ ناپاک ہو جائے گا۔

اور اگر پانی دانوں ہی میں موجود رہے، باہر نہ نکلے، یا پھر پانی کی بوند تو چمکے، لیکن دانوں کے سرے سے نیچے نہ ڈھلکے، اور نہ اس میں ڈھلکنے کی صلاحیت ہو، تو اگرچہ بار بار کپڑا لگ کر کتنا ہی سن جائے، تو نہ اس سے وضو ٹوٹے گا، اور نہ یہ ناپاک قرار پائے گا، بلکہ اگر مختلف جلسوں میں نکلنے والا اتنا تھا کہ اگر اس سارے کو جمع کیا جائے، تو بہنے کی مقدار ہو جائے لیکن ایک جلسے میں جتنا نکلا، وہ بہنے کی مقدار برابر نہیں تھا، تو تب بھی نہ اس سے وضو جائے، اور نہ یہ ناپاک قرار پائے گا۔ ہاں! اگر ایک جلسے میں ایسا ہوا، کہ جتنا نکلا، صاف کر دیا، لیکن اگر اسے صاف نہ کیا جاتا، تو ڈھلک جاتا، تو ایسی صورت میں یہ ناپاک ہے، اور اس سے وضو ٹوٹ جائے گا۔

منیۃ المصلی، ہدایہ، فتاوی ہندیہ وغیرہ کتبِ فقہیہ میں ہے:

"وإن قشرت نفطة وسال منها ماء أو صديد أو غيره إن سال عن رأس الجرح نقض وإن لم يسل لا ينقض"

ترجمہ: اور اگر چھالہ نوچا گیا، اور اس سے پانی، یا پیپ، وغیرہ، نکلی، تو اگر وہ زخم کے سرے سے نکل کر بہہ گئی، تو وضو ٹوٹ گیا، اور اگر نہ بہی، تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔

(فتاوی عالمگیری، کتاب الطھارۃ، جلد1، صفحہ13، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

امام اہلسنت، امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ ''ماء'' کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"و الظاھر المتبادر من ماء النفطة وھو الدم الذی نضج فرق فاشبه الماء"

(یعنی اس سے ظاہر متبادر آبلہ کا پانی ہے اور یہ وہ خون ہے جو پک کر رقیق ہو گیا، تو پانی جیسا بن گیا۔)

(فتاوی رضویہ، جلد1 (الف)، صفحہ484، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے ہیں: ''چھالا نوچ ڈالا، اگر اس میں کا پانی بہ گیا وضو جاتا رہا ورنہ نہیں۔''

(بہارِ شریعت، جلد1، حصہ2، صفحہ305، مکتبۃ المدینۃ، کراچی)

البحر الرائق میں ہے

''کل ما یخرج من بدن الانسان مما یوجب خروجه الوضوء أو الغسل

فهو مغلظ كالغائط والبول والمني والمذي والودي والقيح والصديد‘‘

یعنی بدنِ انسانی سے نکلنے والی ہر وہ چیز جس کا نکلنا وضو یا غسل کو واجب کرے، تو وہ نجاستِ غلیظہ ہے جیسے پاخانہ، پیشاب، منی، مذی، ودی، پیپ اور کچ لہو۔

(البحر الرائق، جلد1، صفحہ399، مطبوعہ: کوئٹہ)

امامِ اہلسنت، امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ’’خون وریم اس کے باطن سے تجاوز کرکے اس کے منہ پر رہ جائے، منہ سے اصلاً تجاوز نہ کرے کہ وہ جب تک دانوں یا آبلوں کے دائرے میں ہیں، اپنی ہی جگہ پر گنے جائیں گے، اگرچہ آبلے کے جرم میں حرکت کریں۔ یہ صورت بالاجماع ناقضِ وضو نہیں، نہ اس خون وریم کے لئے حکمِ ناپاکی ہے کہ مذہبِ صحیح ومعتمد میں جو حدث نہیں وہ نجس بھی نہیں، ولہذا اگر خارش کے دانوں پر کپڑا مختلف جگہ سے بار بار لگا اور دانوں کے منہ پر جو چپک پیدا ہوتی ہے جس میں خود باہر آنے اور بہنے کی قوت نہیں ہوتی اگر دیر گزرے تو وہ وہاں کی وہیں رہے گی اس چپک سے سارا کپڑا ابھر گیا ناپاک نہ ہوگا۔۔۔اور اسی حکم میں داخل ہے یہ کہ خون یا ریم اُبھرا اور فی الحال اس میں قوتِ سیلان نہیں اُسے کپڑے سے پونچھ ڈالا دوسرے جلسے میں پھر اُبھرا اور صاف کردیا یوں ہی مختلف جلسوں میں اتنا نکلا کہ اگر ایک بار آتا ضرور بہہ جاتا تو اب بھی نہ وضو جائے نہ کپڑا ناپاک ہو کہ ہر بار اُتنا نکلا ہے جس میں بہنے کی قوت نہ تھی۔ ہاں جلسہ واحدہ میں ایسا ہوا تو وضو جاتا رہے گا کہ مجلس واحد کا نکلا ہوا گویا ایک بار کا نکلا ہوا ہے۔‘‘

(فتاوی رضویہ، جلد1(الف)، صفحہ370، 371، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بہار شریعت میں ہے "زخم سے خون وغیرہ نکلتا رہااور یہ بار بار پونچھتا رہا کہ بہنے کی نوبت نہ آئی تو غور کرے کہ اگر نہ پونچھتا تو، بہ جاتا یا نہیں اگر بہ جاتا تو وُضو ٹوٹ گیا ورنہ نہیں۔ یوہیں اگر مٹی یا راکھ ڈال ڈال کر سکھاتا رہا اس کا بھی وہی حکم ہے۔"

(بہار شریعت، ج1، حصہ2، ص305، مکتبۃ المدینہ)

کیا گرمی میں غسل کرنے سے وضو بھی ہو جاتا ھے؟

سُوال

میرا بیٹا گرمی کی وجہ سے نہاتا ہے تو وضو نہیں کرتا ہے اور کہتا ہے کہ نہانے سے وضو کے فرض ادا ہو جاتے ہیں، تو کیا اس طرح وضو ہو جاتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگراس طرح نہالیا جائے کہ وضو میں دھوئے جانے والے تین اعضاء(یعنی چہرہ، کہنیوں سمیت دونوں ہاتھ، ٹخنوں سمیت دونوں پاؤں) دھل جائیں اور کم از کم چوتھائی سر پر پانی بہہ جائے یا مسح کر لیا جائے، تو وضو بھی ہو جائے گا۔

سنن الترمذی میں ہے

عن عائشة، أن النبي صلى الله عليه وسلم كان لا يتوضأ بعد الغسل

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم غسل کے بعد وضو نہیں کرتے تھے۔

(سنن الترمذی، رقم الحدیث 107، ج1، ص179، مطبوعہ مصر)

مذکورہ حدیث پاک کے تحت مرقاۃ المفاتیح میں ہے

"أي: اكتفاء بوضوئه الأول في الغسل، وهو سنة، أو باندراج ارتفاع الحدث الأصغر تحت ارتفاع الأكبر؛ بإيصال الماء إلى جميع أعضائه، وهو رخصة"

ترجمہ: یعنی آپ علیہ الصلاۃ والسلام غسل کرتے وقت پہلے وضو پر ہی اکتفاء فرماتے تھے اور وہ وضو سنت ہے یا حدثِ اکبر کے ختم ہونے کے تحت حدثِ اصغر بھی ختم ہو جاتا ہے بایں صورت کہ تمام اعضائے وضو تک پانی پہنچ جاتا ہے اور یہ رخصت ہے۔

(مرقاۃ المفاتیح، ج2، ص430، دار الفکر، بیروت)

نور الایضاح میں ہے

"أركان الوضوء أربعة وهي فرائضه: الأول: غسل الوجه۔۔۔والثاني: غسل يديه مع مرفقيه، والثالث: غسل رجليه مع كعبيه، والرابع:

مسح ربع رأسه“

ترجمہ: وضو کے چار فرض ہیں: (1) چہرہ دھونا (2) کہنیوں سمیت دونوں ہاتھ دھونا (3) ٹخنوں سمیت دونوں پاؤں دھونا (4) چوتھائی سر کا مسح کرنا۔

(نور الایضاح، فصل فی الوضوء، ص 20، المکتبۃ العصریۃ)

دھوپ کے گرم پانی سے وضو یا غسل کرنا

سُوال

پلاسٹک (plastic) کی ٹینکی میں دھوپ سے پانی گرم ہو جائے تو وضو اور غسل کا کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جو پانی گرم ملک میں گرم موسم میں سونے چاندی کے علاوہ کسی اور دھات کے برتن یا دھات کی ٹینکی میں دھوپ سے گرم ہو جائے تو جب تک گرم رہے اس سے وضو و غسل کرنا مکروہ تنزیہی یعنی ناپسندیدہ ہے کیونکہ اس سے برص کی بیماری لگنے کا اندیشہ ہے،

لیکن اگر کوئی اس سے وضو یا غسل کرلے تو اس میں گناہ والی کوئی بات نہیں اور اس کا وضو و غسل بھی درست ہو گا۔

جبکہ پتھر، سیمنٹ(cement) یا پلاسٹک(plastic) کی بنی ہوئی ٹنکیوں کا پانی دھوپ سے گرم ہو جائے تو اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ چیزیں دھات نہیں ہیں اور ان کا دھوپ والا گرم پانی نقصان دہ نہیں ہے۔

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: ''جو پانی گرم ملک میں گرم موسم میں سونے چاندی کے سوا کسی اور دھات کے برتن میں دھوپ میں گرم ہو گیا، تو جب تک گرم ہے اس سے وُضو اور غُسل نہ چاہیے، نہ اس کو پینا چاہیے بلکہ بدن کو کسی طرح پہنچانا نہ چاہیے، یہاں تک کہ اگر اس سے کپڑا بھیگ جائے تو جب تک ٹھنڈا نہ ہو لے اس کے پہننے سے بچیں کہ اس پانی کے استعمال میں اندیشہ برص ہے پھر بھی اگر وُضو یا غُسل کر لیا تو ہو جائے گا۔''

(بہارِ شریعت، جلد1، صفحہ 334، مکتبۃ المدینہ)

برف سے وضو کرنا

سُوال

کیا گرمی کی وجہ سے برف یا برف کے ٹھنڈے پانی سے وضو کر سکتے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جی اگر ارکان وضو کو مکمل طریقے سے دھویا جائے تو وضو ہو جائے گا چنانچہ صَدرُ الشَّریعہ، بدرُالطَّریقہ حضرتِ علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃُ اللّٰہِ القوی بہار شریعت میں لکھتے ہیں: ''مینھ، ندی، نالے، چشمے، سمندر، دریا، کوئیں اور برف، اولے کے پانی سے وُضو جائز ہے۔''

(بہار شریعت، جلد 1، صفحہ 329، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

گرمی میں سن کریم (Suncream) لگی اور وضو کا حکم

سُوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ گرمی سے بچنے کے لیے ہاتھوں اور منہ پہ جو سن کریم لگائی جاتی ہے، کیا اس کے لگے ہونے کی حالت میں وضو ہو جائے گا یا پھر اسے صابن وغیرہ سے دھو کر وضو کرنا پڑے گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

گرمی کے اثرات سے بچنے کے لیے جِلد پہ جو سن کریمز لگائی جاتی ہیں، وہ عام طور پہ جِرم دار نہیں ہوتی، جس کی وجہ سے پانی کے جِلد تک پہنچنے میں رکاوٹ بھی نہیں بنتیں، لہٰذا اس قسم کی کریمز جِلد پہ لگے ہونے کی حالت میں وضو ہو جائے گا، ان کی چکنائی صابن وغیرہ سے دھو کر وضو کرنا ضروری نہیں۔

در مختار، امداد الفتاح و مراقی الفلاح میں ہے:

واللفظ للآخر: ”بقاء دسومة الزيت ونحوه لا يمنع لعدم الحائل“

ترجمہ: تیل کی چکناہٹ اور اس کی مثل دیگر اشیاء (جو جِرم دار نہ ہوں، ان) کا باقی رہنا پانی کے جسم تک پہنچنے میں رکاوٹ نہ ہونے کی وجہ سے وضو سے مانع نہیں۔“

(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الطھارۃ، صفحہ 62، مطبوعہ کراچی)

گرمیوں میں نیند کے جھونکے آنے سے وضو ٹوٹنے کا حکم؟

سُوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ بعض اوقات گرمیوں میں دن کے وقت لیٹنے کا سلسلہ ہوتا ہے تو کیا لیٹے لیٹے جھونکے لینے سے وضو

ٹوٹ جائے گا، جبکہ گہری نیند نہ آئی ہو، اور آس پاس کی آوازیں بھی آرہی ہوں؟ رہنمائی فرمادیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں لیٹے لیٹے جھونکے لینے کی دو صورتیں بنیں گی، دونوں صورتوں کا جواب بالتفصیل درج ذیل ہے:

(1) پہلی صورت یہ ہے کہ یہ فقط اونگھ ہو، تو اس صورت میں وضو نہیں ٹوٹے گا، کیونکہ فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق اونگھنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اونگھ کی پہچان فقہاء نے یہ بیان کی ہے کہ وہ شخص ایسا ہوشیار رہے کہ پاس کے لوگ جو باتیں کرتے ہوں ان میں سے اکثر باتوں پر یہ مطلع ہو۔ البتہ یہاں اونگھ ہے یا نہیں؟ اس میں خوب غور کرنے کی حاجت ہے کہ بسا اوقات انسان پر غفلت طاری ہو چکی ہوتی ہے، مگر وہ یہی سمجھ رہا ہوتا ہے کہ میں تو اونگھ رہا تھا، جبکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا۔

(2) دوسری صورت یہ ہے کہ یہ اونگھ نہ ہو، تو پھر صورتِ مسئولہ میں وضو ٹوٹ جائے گا، اگرچہ گہری نیند نہ آئی ہو، کیونکہ سونے سے وضو ٹوٹنے کی بنیادی علت استرخائے مفاصل (یعنی جوڑوں کا ڈھیلا پڑ جانا) ہے اور لیٹے ہوئے سونے کی صورت میں یہ استرخاء کامل طور پر پایا جاتا ہے، لہذا اس صورت میں مطلقاً نیند ہی ناقضِ وضو شمار ہو گی۔

دونوں صورتوں کی تفصیل ملاحظہ ہو:

جامع الترمذی، سنن ابی داؤد اور مسند احمد بن حنبل کی حدیثِ مبارک میں ہے۔

والنظم للاول: ''قال ان الوضوء لایجب الا علی من نام مضطجعا فانه اذا اضطجع استرخت مفاصله''

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وضو واجب نہیں ہوتا، مگر اسی شخص پر جو کروٹ کے بل لیٹ کر سوئے، کیونکہ جب وہ کروٹ کے بل لیٹے گا، تو اس کے جوڑ ڈھیلے ہو جائیں گے۔

(جامع الترمذی، ابواب الطھارۃ، باب الوضوء من النوم، ج01، ص24، مطبوعہ کراچی)

ان احادیثِ مبارکہ کو نقل فرمانے کے بعد سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فتاویٰ رضویہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

''وانت علی علم ان الحکم لایختص بالمضطجع فقد اجمعنا علی النقض فی الاستلقاء والانبطاح لانا رأینا الحدیث ارشد الی المعنی فی ذلک وھو استرخاء المفاصل ولا یراد به مطلقه لحصوله فی کل نوم فیناقض اٰخره اوله بل کماله کما تقدم عن الکافی فتحصل لنا من

الحدیث ان المدار علی نہایۃ الاسترخاء فحیث وجد وجد النقض وحیث عدم عدم کما اشار الیہ المحققون "

ترجمہ: اور تجھے اس بات کا علم ہے کہ یہ حکم کروٹ لیٹنے والے کے ساتھ ہی خاص نہیں، چِت لیٹنے اور منہ کے بل لیٹنے کی صورت میں بھی وضو ٹوٹنے پر ہمارا اجماع ہے، کیونکہ ہم نے دیکھا کہ حدیث مبارک نے اس بارے میں بنیادی علت کی طرف رہنمائی فرمادی ہے اور وہ ہے استرخائے مفاصل (یعنی جوڑوں کا ڈھیلا پڑ جانا) اور اس سے مطلق استرخاء مراد نہیں یہ تو ہر نیند میں ہی ہوتا ہے، تو آخر حدیث، ابتدائے حدیث کے بر خلاف ہو جائیگا بلکہ کامل استرخاء مراد ہے، جیسا کہ "کافی" کے حوالے سے ماقبل بیان ہوا، تو حدیث سے ہمیں نتیجہ یہ ملا کہ مدار کامل استرخاء پر ہے، جہاں یہ موجود ہوگا وہاں وضو ٹوٹ جائے گا اور جہاں یہ نہ ہوگا وہاں وضو نہیں ٹوٹے گا، جیسا کہ محققین نے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔"

(فتاوی رضویہ، ج01، حصہ الف، ص550، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

مزید ایک دوسرے مقام پر سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں:

"وینتفی اصلا فی صورۃ الاضطجاع والاسترخاء ونحوھما۔۔۔ ینقض من دون فصل"

یعنی کروٹ لیٹنے، چِت لیٹنے اور ان دونوں کی مثل دیگر صورتوں میں جوڑوں کی بندش

بالکل ہی ختم ہو جاتی ہے۔۔۔۔لہذا اس صورت میں بغیر کسی تفصیل کے (مطلقاً نیند سے) وضو ٹوٹ جائے گا۔ملتقطاً''

(فتاوی رضویہ، ج01، حصہ الف، ص569، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

تنویر الابصار مع الدر المختار میں ہے:

(و)ینقضہ حکماً (نوم یزیل مسکتہ) ای قوتہ الماسکۃ بحیث تزول مقعدتہ من الارض وھو النوم علی احد جنبیہ او ورکیہ اوقفاہ او وجھہ

یعنی وضو کو حکماً وہ نیند توڑ دیتی ہے، جو انسان کی چستی کو زائل کردے، اس طرح کہ اس شخص کی مقعد زمین سے اٹھ جائے، مثلاً کسی شخص کا اپنے کسی ایک پہلو یا سرین یا گدی یا پھر چہرے کے بل سو جانا۔

(تنویر الابصار مع الدر المختار، ج01، ص295-294، مطبوعہ کوئٹہ)

اونگھ ناقضِ وضو نہیں۔جیسا کہ بحر الرائق میں ہے:

''النعاس مضطجعا لا ذكر له في المذهب والظاهر أنه ليس بحدث وقال أبو علي الدقاق وأبو علي الرازي: إن كان لا يفهم عامة ما قيل عنده كان حدثا كذا في شروح الهداية''

یعنی کروٹ کے بل لیٹ کر اونگھنے کا حکم مذہب میں مذکور نہیں اور ظاہر یہ ہے کہ یہ

حدث نہیں، ابو علی دقاق اور ابو علی رازی علیہما الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اگر وہ شخص اپنے پاس ہونے والی اکثر باتوں پر مطلع نہ ہو، تو ایسی اونگھ حدث شمار ہو گی، جیسا کہ ہدایہ کی شروحات میں بھی یہی بات مذکور ہے۔

(والظاهر أنه ليس بحدث) کے تحت منحۃ الخالق میں ہے: "قال في معراج الدراية: لأنه نوم قليل" یعنی اونگھ کے حدث نہ ہونے کی وجہ معراج الدرایہ میں یہ مذکور ہے کہ یہ معمولی نیند ہے۔

(البحر الرائق مع منحۃ الخالق، ج01، ص75، مطبوعہ کوئٹہ)

فتاویٰ شامی میں اس حوالے سے منقول ہے:

"فی الخانية: النعاس لا ينقض الوضوء، وهو قليل نوم لا يشتبه عليه اكثر ما يقال عنده"

یعنی اونگھنے سے وضو نہیں ٹوٹتا، اونگھ سے مراد تھوڑی نیند ہے، ایسے شخص پر اکثر باتیں مشتبہ نہیں ہوتیں جو اس کے پاس کی جاتی ہیں۔

(ردالمحتار مع الدر المختار، ج01، ص298، مطبوعہ کوئٹہ)

فتاوٰی رضویہ میں ہے: ’’اونگھ ناقضِ وضو نہیں جبکہ ایسا ہوشیار رہے کہ پاس کے لوگ جو باتیں کرتے ہوں اکثر پر مطلع ہو، اگرچہ بعض سے غفلت بھی ہو جاتی ہو۔‘‘

(فتاوی رضویہ، ج01، ص491، حصہ الف، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

گرم پانی سے وضو کرنا

سُوال

دھوپ کے گرم پانی سے وضو کرنا اور اسی طرح اگر گھر میں ہیٹر وغیرہ پر پانی گرم کیا، تو اس سے وضو کا کیا حکم ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جو پانی گرم ملک میں گرم موسم میں سونے چاندی کے سوا کسی اور دھات کے برتن میں دھوپ میں گرم ہو گیا، تو جب تک گرم ہے اس سے وضو اور غسل کرنا مکروہ ہے اور اسے پینے سے بھی بچنا چاہیے، بلکہ کسی طرح بھی وہ پانی بدن تک نہ پہنچنے دینا چاہیے، یہاں تک کہ اگر اس سے کپڑا بھیگ جائے، تو جب تک ٹھنڈا نہ ہو لے اس کے پہننے سے بچیں کہ اس پانی کے استعمال میں اندیشۂ برص (یعنی بدن پر سفید داغ کی بیماری لگنے کا

اندیشہ) ہے، پھر بھی اگر وضو یا غسل کر لیا، تو ہو جائے گا اور یاد رہے کہ اس سے وُضو کی کراہت تنزیہی ہے تحریمی نہیں یعنی اس سے وضو کرنا پسندیدہ نہیں، لیکن وضو کر لیا، تو گناہ بھی نہیں اور یہ کراہت بھی اس وقت ہے، جبکہ اس پانی میں وہ تمام قیود پائی جائیں، جو اوپر ذکر کی گئی ہیں، لہٰذا اگر دھوپ سے پانی گرم نہ ہوا، بلکہ گیزر یا ہیٹر وغیرہ پہ پانی گرم کیا گیا جیسا کہ سردی کے موسم میں کیا جاتا ہے، اس سے وضو کرنا بلا کراہت جائز ہے۔

گرمی کی وجہ سے اتارے ہوئے موزوں پر مسح کا شرعی حکم

سُوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ موزوں پر مسح کرنے کے بعد اگر رات کو گرمی لگنے کی وجہ سے سونے سے پہلے موزے اتار لیے ہوں، پھر صبح وضو کرنے سے پہلے دوبارہ ان موزوں کو پہن کر ان موزوں پر مسح کر لینا کافی ہو گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جن موزوں پر مسح کرنا شرعاً جائز ہے شرعی اصولوں کے مطابق ان موزوں کو اتار دینے سے مسح ٹوٹ جاتا ہے اگرچہ ایک ہی موزہ اتارا ہو، لہذا پوچھی گئی صورت میں وضو کے

لیے دونوں پاؤں دھونا ضروری ہیں، پاؤں دھوئے بغیر فقط ان موزوں پر مسح کافی نہیں ہوگا۔

بحر الرائق، ہدایہ، فتاوی شامی وغیرہ کتبِ فقہیہ میں مذکور ہے:

"والنظم للاول" وينقضه أيضا نزع خف ؛ لأن الحدث السابق سرى إلى القدمين لزوال المانع۔۔۔۔واعلم أن نزع الخف ومضي المدة غير ناقض في الحقيقة ، وإنما الناقض له الحدث السابق لكن الحدث يظهر عند وجودهما فأضيف النقض إليهما مجازا "

یعنی موزہ اتارنے سے بھی مسح ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ مانع زائل ہونے کی وجہ سے سابقہ حدث قدموں کی طرف لوٹ آیا۔۔۔۔تم جان لو کہ موزہ اتارنا، مدت کا ختم ہونا حقیقةً ناقضِ مسح نہیں ہیں بلکہ ناقض تو سابقہ حدث ہے، البتہ حدث ان دونوں کے پائے جانے کے وقت ہی ظاہر ہوتا ہے اسی وجہ سے نقض کی نسبت مجازاً اُن کی طرف کردی جاتی ہے۔

(بحر الرائق، کتاب الطھارۃ، ج01، ص318، مطبوعہ کوئٹہ، ملتقطاً)

فتاوی عالمگیری میں ہے:

"ینقضه ناقض الوضوء ونزع الخف وكذا نزع أحدهما ومضي المدة، هكذا في الهداية"

یعنی جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے ان چیزوں سے مسح بھی ٹوٹ جاتا ہے یو نہی موزے اتارنے سے بھی مسح ٹوٹ جاتا ہے اگرچہ ایک موزہ ہی اتارا ہو اور مدت پوری ہو جانے سے مسح ٹوٹ جاتا ہے، جیسا کہ ہدایہ میں مذکور ہے۔(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الطھارۃ، ج01، ص34، مطبوعہ پشاور)

بہار شریعت میں ہے: "موزے اتار دینے سے مسح ٹوٹ جاتا ہے اگرچہ ایک ہی اتارا ہو۔"

(بہار شریعت، ج01، ص368، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

كتاب الصلاة

گرمی میں نماز مغرب کا وقت

سُوال

مغرب کی نماز کا وقت غروب آفتاب کے وقت کے بعد تقریبا کتنے منٹ تک رہتا ہے؟ سردی اور گرمی دونوں موسم کا بتائیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

غروب آفتاب کے بعد جانب مغرب میں کچھ دیر تک آسمان پر سرخی رہتی ہے، پھر کچھ دیر تک سفیدی رہتی ہے، مغرب کی نماز کا وقت سفیدی ختم ہونے پر ختم ہو جاتا ہے، ایشائی ممالک (Asian countries) میں مغرب کا وقت عادۃً ڈیڑھ گھنٹے سے کچھ کم رہتا ہے۔

سمر (Summer) میں ظہر کا مستحب وقت

سُوال

سمر (Summer) میں ظہر کی نماز کس وقت پڑھنا سب سے افضل ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

ظہر کی نماز گرمی کے دنوں میں تاخیر سے پڑھنا مستحب ہے۔

البتہ جس پر جماعت واجب ہو، اس کے لیے کسی بھی نماز کو مستحب وقت میں پڑھنے کے لیے جماعت کا ترک جائز نہیں، جیسا کہ اب عام طور پر مساجد میں گرمی سردی دونوں میں ہی ظہر کی جماعت ایک ہی مخصوص وقت میں ہوا کرتی ہے، جیسے ہمارے یہاں سردی گرمی میں ظہر کی جماعت ڈیڑھ بجے ہوتی ہے تو ایسی صورت میں سمر (Summer) میں بلاوجہ ظہر کو تاخیر سے پڑھنے کے لیے جماعت چھوڑنے کی اجازت ہرگز نہیں ہوگی کہ مستحب کی خاطر واجب کا ترک نہیں کیا جاسکتا۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَاَبْرِدُوْا بِالصَّلٰوةِ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ ۔

ترجمہ: حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسولِ اکرم ﷺ نے جب گرمی کی شدت ہو تو نماز کو ٹھنڈا کرو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہوتی ہے۔

(صحیح البخاری، رقم الحدیث 198 مطبوعہ دار طوق النجاۃ)

ایک دوسری حدیث میں تصریح ہے کہ ظہر کو ٹھنڈا کرو جس کو امام بخاری نے ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

(صحیح البخاری ۳، ۱۱۹۰، ۱، ۱۹۹)

معلوم ہوا کہ نماز کو گرمیوں میں ٹھنڈا کر کے پڑھنا مستحب ہے۔

یہی مذہب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہے۔ نماز جمعہ کا بھی یہی حکم ہے کہ گرمیوں میں دیر سے اور سردیوں میں جلدی پڑھنا مستحب ہے۔

فتاوی عالمگیری میں ہے:

"ویستحب تاخیر الظھر فی الصیف و تعجیلہ فی الشتاء ھکذا فی الکافی، سواء کان یصلی الظھر وحدہ أو بجماعۃ کذا فی شرح المجمع لابن ملک"

ترجمہ: گرمیوں میں ظہر کو تاخیر سے اور سردیوں میں ظہر کو جلدی پڑھنا مستحب ہے، اسی طرح کافی میں ہے، چاہے کوئی تنہا ظہر پڑھے یا جماعت کے ساتھ، اسی طرح ابن ملک کی شرح مجمع میں ہے۔

(الفتاوی الھندیۃ، جلد 1، کتاب الصلاۃ، صفحہ 58، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

صَدرُ الشَّریعہ، بدرُ الطَّریقہ حضرتِ علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی بہار شریعت میں لکھتے ہیں:

"گرمی کے دنوں میں تاخیر مستحب ہے، خواہ تنہا پڑھے یا جماعت کے ساتھ، ہاں گرمیوں میں ظہر کی جماعت اوّل وقت میں ہوتی ہو، تو مستحب وقت کے لیے جماعت کا

ترک جائز نہیں، موسم ربیع (spring season) جاڑوں کے حکم میں ہے اور خریف (autumn) گرمیوں کے حکم میں ہے۔"

(بہارِ شریعت، جلد 1، حصہ 3، صفحہ 452، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

گرمی کی وجہ سے عورت کا گھر کی چھت پر نماز پڑھنا کیسا؟

سُوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا عورت چھت پر نماز پڑھ سکتی ہے جیسے نیچے گرمی ہے یا لائٹ (Light) گئی ہوئی ہو تو چھت پر نماز پڑھ لی جائے۔ اس کا کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کا چھت پر نماز پڑھنا جائز ہے جبکہ بے پردگی نہ ہو۔ مثلاً چھت پر اگر اتنی اونچی باؤنڈری وال ہے کہ کھڑے ہو کر دیکھیں تو دوسروں کے گھروں پر نظر نہیں پڑتی اور دوسروں کی نظر بھی اس عورت پر نہیں پڑے گی تب تو کوئی گناہ نہیں لیکن عورت کا بند کمرے میں نماز پڑھنا افضل ہے۔

ابوداؤد شریف کی حدیث میں ہے:

"عن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ تعالی علیہ واٰلہٖ وسلم قال : صلاۃ المراۃ فی بیتھا افضل من صلاتھا فی حجرتھا وصلاتھا فی مخدعھا افضل من صلاتھا فی بیتھا"

یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے راویت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عورت کا دالان میں نماز پڑھنا صحن میں پڑھنے سے بہتر ہے اور کوٹھری میں پڑھنا دالان سے بہتر ہے۔

(سنن ابی داؤد،1 / 96،حدیث:570)

گرمی کی وجہ سے قمیص اتار کر نماز پڑھنا

سُوال

رات کو جب میں عشاء کی نماز پڑھتا ہوں، تو اس وقت بہت گرمی ہوتی ہے اور ہمارے گاؤں میں لائٹ بھی نہیں ہے، کیا میں قمیص اتار کر نماز پڑھ سکتا ہوں؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

قمیص موجود ہوتے ہوئے صرف شلوار میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، رب تعالیٰ کی بارگاہ کا ادب و احترام کرتے ہوئے قمیص پہن کر نماز پڑھنا ضروری ہے، خود حدیث پاک میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اس سے منع فرمایا کہ مرد صرف پاجامہ پہن کر نماز پڑھے اور چادر نہ اوڑھے۔ اس لیے اگر گرمی لگ رہی ہو، تو صحن وغیرہ مناسب ہوادار جگہ پر قمیص وغیرہ پہن کر نماز پڑھیں، گرمی کی وجہ سے صرف شلوار پہن کر ہر گز نماز نہ پڑھیں۔ نیز یہ بھی ذہن میں رہے کہ مردوں پر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا واجب ہے، اگر کوئی عذر شرعی نہیں ہے تو آپ عشاء اور دیگر تمام نمازیں مسجد میں باجماعت ہی ادا کریں۔

گرمی کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھنا

سُوال

مجھے نماز میں ٹوپی پہننے سے سر بھاری محسوس ہوتا ہے اور زیادہ دیر ٹوپی سر پر رکھوں تو سر درد کرنے لگ جاتا ہے اور بغیر ٹوپی کے خشوع و خضوع بھی بہتر ہوتا ہے تو کیا میں اسی طرح ٹوپی کے بغیر نماز پڑھ سکتا ہوں؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

ننگے سر نماز پڑھنے کے حوالے سے صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ بہارِ شریعت میں فرماتے ہیں: ”سستی سے ننگے سَر نماز پڑھنا یعنی ٹوپی پہننا بوجھ معلوم ہوتا ہو یا گرمی معلوم ہوتی ہو، مکروہِ تنزیہی (یعنی ناپسندیدہ) ہے اور اگر تحقیرِ نماز مقصود ہے، مثلاً نماز کوئی ایسی مُہتَم بالشان (یعنی اہم) چیز نہیں جس کے لئے ٹوپی، عمامہ پہنا جائے تو یہ کُفر ہے اور خُشوع خُضوع (یعنی نماز میں دل لگنے) کے لئے سَر برہنہ (یعنی ننگے سَر نماز) پڑھی تو مستحب ہے۔“

(بہارِ شریعت، جلد1، صفحہ631، مکتبۃ المدینہ کراچی)

نمازی کو هاته والے پنکھے سے هوا دینے کا حکم

سُوال

گرمیوں میں کئی مقامات پر سخت گرمی ہوتی ہے اور بعض اوقات بجلی بھی نہیں ہوتی تو کیا ایسی صورت میں کوئی نماز پڑھ رہا ہو اور کوئی دوسرا شخص اس کو ہاتھ والے پنکھے سے ہوا دے تاکہ اس کو گرمی محسوس نہ ہو تو ایسا کرنا کیسا ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

کوئی شخص نمازی کو ہاتھ والے پنکھے سے ہوا دے تو اس سے نمازی کی نماز میں تو کوئی خرابی نہیں آئی گی، ہاں اگر اس کی وجہ سے خشوع و خضوع میں فرق آتا ہو اور توجہ بٹتی ہو تو اس طرح نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہو گا، کیونکہ ہر وہ کام جس کی وجہ سے نماز کے خشوع و خضوع میں فرق آئے، اس کے ہوتے ہوئے نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی ہوتا ہے۔

فتاوی رضویہ میں اعلی حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ نمازی کو پنکھا سے ہوا دینے کے متعلق فرماتے ہیں: "نماز قلبی تذلل و تضرع و تخشع ہے کمافی الحدیث۔ اور یہ امر نوع تجبر پر دال ہے لہٰذا اس میں مخل ہو سکتا ہے اگر اس کی نیت خود استخدام اور نماز میں اپنا اعظام ہو تو یقیناً مفسدِ نماز قلب ہے ورنہ مفسد کی صورت ہے لہٰذا احتراز درکار ہے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 07، ص 253،254، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

علامہ حسن بن عمار شرنبلالی حنفی رحمۃ اللہ تعالی علیہ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح میں فرماتے ہیں:

"و تکرہ بحضرۃ کل ما یشغل البال کزینۃ و بحضرۃ ما یخل بالخشوع کلھو ولعب"

ترجمہ: ہر وہ چیز جو دل کو مشغول کرے جیسے زینت اور جو چیز خشوع و خضوع میں خلل ڈالے جیسے لہو ولعب، اس کی موجودگی میں نماز مکروہ ہو گی۔

(مراقی الفلاح شرح نور الایضاح، ص 131، المکتبۃ العصریۃ)

گرمیوں میں مسجد کے صحن (Courtyard) میں جماعت کروانا

سُوال

گرمیوں میں مسجد کے صحن میں جماعت میں کروا سکتے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جی ہاں! کروا سکتے ہیں، کہ صحن بھی مسجد کا ہی حصہ ہوتا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا: ''کوئی شخص باوجود داخل مسجد ہونے کے صحن مسجد میں نماز پڑھے تو اُس کو مسجد کا پورا ثواب ملے گا یا کم؟'' تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جوابا اَرشاد فرمایا: ''اُس میں نماز مسجد ہی میں نماز ہے، پٹے ہوئے درجے کو مسجدِ شتوی کہتے ہیں یعنی موسم سرما کی مسجد اور صحن کو مسجدِ صیفی یعنی موسم گرما کی مسجد۔ اذان مسجد میں منع ہے، نہ دالان میں اجازت ہے نہ صحن میں۔ مسجد میں جنازے کے لئے اجازت نہیں ھوا لصحیح، صحن کسی حکم میں مسجد سے جدا نہیں۔

(فتاوی رضویہ، جلد 8، صفحہ 73، رضا فاونڈیشن، لاھور)

گرمی کی وجہ سے باریک دوپٹے میں نماز کا حکم

سُوال

کیافرماتے ہیں مفتیان کرام اور علماء دین اس مسئلے کے بارے میں کہ گرمی کی وجہ سے عورت کا باریک دوپٹے میں نماز پڑھنے سے نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کے بال ستر میں داخل ہیں؛اس لیے نماز میں ان کا چھپانا فرض ہے، لہٰذا اگر دوپٹہ یاچادر اتنی باریک ہو کہ چوتھائی یاچوتھائی سے زیادہ بالوں کی سیاہی یا رنگ جھلکے تو ایسے دوپٹے اور چادر میں نماز پڑھنا جائز نہیں۔

اگرچوتھائی یااس سے زیادہ مقدار میں بال کُھلے ہوئے ہیں یاچادر، دوپٹہ باریک ہونے کی وجہ سے چوتھائی کی مقدار بالوں کی رنگت ظاہر ہورہی ہے تواس بناپر نماز نہ ہونے کی دو صورتیں ہیں:

پہلی صورت یہ ہے کہ: اگر عورت نے نماز ہی اس حالت میں شروع کی کہ چوتھائی یااس سے زیادہ مقدار میں بال کھلے ہوئے ہیں اور رنگت ظاہر ہورہی ہے تو نماز شروع ہی نہیں ہو گی۔

دوسری صورت یہ ہے کہ: اگر یہ حالت، نماز شروع کرنے کے بعد ظاہر ہوئی تو اگر اس صورت میں کوئی رکن ادا کیا یاایک رکن یعنی تین مرتبہ سُبْحٰنَ اللہ کہنے کی مقدار دیر

ہو گئی تو نماز فاسد ہو گئی اور اگر تین مرتبہ سُبْحٰن اللہ کہنے کی مقدار کی مدت گزرنے سے پہلے ہی بال چھپا لیے تو نماز ہو جائے گی۔

اس لیے عورت پر لازم ہے کہ نماز کے وقت موٹا اور پردہ دار دوپٹہ استعمال کرے تاکہ بال مکمل چھپ جائیں۔ہاں اگر چوتھائی سے کم بال ظاہر ہیں تو اس صورت میں نماز ہو جائے گی۔

صَدرُالشَّریعہ ،بدرُالطَّریقہ حضرتِ علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی بہار شریعت میں لکھتے ہیں:

"اتنا باریک کپڑا جس سے بدن چمکتا ہو، ستر کے لیے کافی نہیں،اس سے نماز پڑھی تو نہ ہوئی۔یوہیں اگر چادر میں سے عورت کے بالوں کی سیاہی چمکے، نماز نہ ہوگی۔ بعض لوگ باریک ساڑیاں اور تہبند باندھ کر نماز پڑھتے ہیں کہ ران چمکتی ہے،ان کی نمازیں نہیں ہوتیں اور ایسا کپڑا پہننا جس سے ستر عورت نہ ہو سکے، علاوہ نماز کے بھی حرام ہے۔"

(بہارِ شریعت،نماز کی شرطوں کا بیان، حصہ 03،جلد1، صفحہ 480، مطبوعہ: مکتبۃ المدینہ، کراچی)

فتاوی فیض رسول میں ہے:

"اور اتنا باریک دوپٹہ اوڑھ کر عورتوں کی نماز نہیں ہوگی جس سے بال کا رنگ جھلکے اس لئے کہ عورتوں کو بال کا چھپانا بھی فرض ہے بلکہ مونھ، ہتھیلی اور پاؤں کے تلوؤں کے

علاوہ پورے بدن کا چھپانا ضروری ہے۔"

(فتاویٰ فیض الرسول،نماز کی شرطوں کا بیان،جلد1،صفحہ234،مطبوعہ:شبیر برادر،لاہور)

فتاویٰ فقیہ ملت میں ہے:

"اتنا باریک کپڑا جس سے بدن کے اعضاء ظاہر ہوں اسے پہن کر نماز پڑھنا جائز نہیں چاہے وہ لنگی ہو یا دوپٹہ۔"

(فتاویٰ فقیہ ملت،باب شروط الصلاۃ،جلد1،صفحہ98،مطبوعہ:شبیر برادر،لاہور)

فتاویٰ اہلِ سنّت میں ہے مفتی فضیل صاحب مدظلہ العالی لکھتے ہیں:

"عورت کے بال اَعضائے سَتر میں سے ہیں، عورت پر ان کا پردہ فرض ہے اور اَعضائے سَتر میں سے کوئی عُضو حالتِ نماز میں ظاہر ہو تو نماز درست ہونے یا نہ ہونے میں اس کی چوتھائی کا اِعتبار ہے۔ لہٰذا چوتھائی سے کم بال کُھلے ہوئے ہوں تو نماز ہو جائے گی اور اگر چوتھائی یا اس سے زیادہ مقدار میں بال کُھلے ہوئے ہیں یا چادر، دوپٹہ باریک ہونے کی وجہ سے چوتھائی کی مقدار بالوں کی رَنگت ظاہر ہو رہی ہے تو اس بنا پر نماز نہ ہونے کی دو صورتیں ہیں:

(1) اگر عورت نے نماز ہی اس حالت میں شروع کی کہ اِس قدر بال کھلے ہوئے تھے یا ان کی رنگت ظاہر ہو رہی تھی تو نماز شروع ہی نہیں ہوئی۔

(2)اگر یہ حالت نماز شروع ہونے کے بعد پیدا ہوئی اور عورت نے اسی حالت میں کوئی رکن ادا کر لیا یا ایک رکن یعنی تین مرتبہ سُبْحٰنَ اللّٰہ کہنے کی مقدار (دیر) گزر گئی تو نماز فاسد ہو گئی اور اگر ایک رکن (یعنی تین مرتبہ سبحٰن اللّٰہ کہنے) کی مُدت گزرنے سے پہلے ہی بال چھپالئے تو نماز ہو گئی۔"

(ماہنامہ فیضانِ مدینہ، فروری 2018)

گرمی کی وجہ سے مسجد کی جماعت چھوڑنا

سُوال

کیا سخت گرمی ترکِ جماعت کے لیے عذر ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مردوں کے لیے فرض نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا حکماً واجب ہے اور مسجد میں نماز ادا کرنا بھی حکماً واجب کے درجہ میں ہے، مسجد میں آنے کے بجائے بغیر کسی شرعی عذر کے مردوں کے مستقل گھروں میں نماز ادا کرنے پر احادیثِ مبارکہ میں سخت وعیدیں ذکر کی گئی ہیں، چنانچہ حدیث مبارک میں ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے ! میں نے ارادہ کیا کہ (کسی خادم کو) لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں اور جب لکڑیاں جمع ہو جائیں تو (عشاء) کی نماز کے لیے اذان کہنے کا حکم دوں اور جب اذان ہو جائے تو لوگوں کو نماز پڑھانے کے لیے کسی آدمی کو مامور کروں اور پھر میں ان لوگوں کی طرف جاؤں جو (بغیر کسی عذر کے) باجماعت نماز کے لیے حاضر نہیں ہوتے اور ان کے گھروں کو جلادوں۔

واضح رہے کہ مختلف اعذار کی بناپر جماعت سے نماز پڑھنے کا وجوب شرعاساقط ہو جاتا ہے، لیکن ان اعذار میں سے فقہاء کرام نے سخت گرمی کو ذکر نہیں کیا،اس کی وجہ یہ ہے کہ گرمی میں ایک نماز ظہر کی آتی ہے،اور ظہر کی نماز میں شرعاً مستحب یہ ہے کہ اس کو تاخیر سے پڑھا جائے،تاکہ گرمی کچھ کم ہو جائے،جب ظہر کو کچھ تاخیر سے پڑھا جائے گا تو گرمی کی شدت کم ہو جائے گی؛اس لیے اس کو عذر میں شمار نہیں کیا گیا، لیکن اگر کسی جگہ ظہر کی نماز اول وقت میں ہوتی ہو اور گرمی اتنی سخت ہو کہ مسجد میں جماعت کے لیے جانے سے جان کی ہلاکت یا ناقابل برداشت قسم کی تکلیف میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو یا بیمار ہونے یا بیماری کے بڑھ جانے کا خطرہ ہو تو خاص اس وقت ان عذر کی بناپر جماعت ترک کرنا جائز ہو گا، لیکن قابل برداشت گرمی کی وجہ سے جماعت ترک کرنے کی اجازت نہیں ہو گی۔

نیز یہ پہلو سامنے ہو تو گرمی میں بھی مسجد کی جماعت میں حاضر ہونا آسان ہو جائے گا کہ اللہ کے رسول ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عرب کی گرمی میں جمعہ کی نماز اولِ وقت میں ادا کیا کرتے تھے، مسجد تنگ اور نیچی ہونے کی وجہ سے لوگ پسینے میں شرابور ہو جاتے تھے، پھر بھی ان پاکیزہ نفوس نے جماعت ترک نہیں کی، رسول اللہ ﷺ کا اسوۂ حسنہ سامنے ہو تو عمل آسان ہو جائے گا۔ البتہ مخصوص صورتِ حال در پیش ہو تو اس کا حکم ذکر کیا جا چکا ہے۔

گرمی کی وجہ سے صفوں کے درمیان فاصلہ کرکے نماز پڑھنا

سُوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ہماری مسجد کا ایک ہال ہے، ایک چھوٹا سا صحن ہے اور اس کی چار دیواری بھی چھوٹی سی ہے، اس صحن کے اوپر ہم نے شیڈ لگایا ہوا ہے جو مسجد کی چار دیواری سے باہر بھی سایہ دیتا ہے، جمعہ والے دن چونکہ نمازی زیادہ ہوتے ہیں، اس لئے ہم مسجد کی اس چار دیواری کے باہر بھی چار دیواری سے متصل صفیں بچھا دیتے ہیں جن میں کچھ صفیں تو شیڈ (Shade) کے سایہ کے نیچے آتی ہیں مگر کچھ صفیں شیڈ (Shade) سے باہر دھوپ میں بچھائی جاتی ہیں، جو نمازی آخر میں آتے ہیں جنہیں ہال، صحن اور مسجد کے باہر شیڈ (Shade) کے سائے کے نیچے جگہ نہیں

ملتی تو وہ دھوپ والی صفیں اٹھا کر تقریباً پانچ صفوں کے فاصلے کے بعد پیچھے موجود درختوں کے سایہ میں بچھا لیتے ہیں اور وہیں سے امام کی اقتدا کرتے ہیں جبکہ بیچ میں تقریباً پانچ صفوں کی جگہ دھوپ کی وجہ سے خالی رہتی ہے، انتظامیہ سے بات کی گئی ہے کہ جمعہ والے دن اس خالی رہنے والی جگہ پر بھی ترپال، ٹینٹ وغیرہ سے سایہ کا انتظام کر دیا جائے تو مسجد سے باہر بھی صفیں متصل رہیں گی، مگر انتظامیہ نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی، اب سوال یہ ہے کہ جو نمازی پانچ صفوں کا فاصلہ چھوڑ کر درختوں کے نیچے نماز پڑھتے ہیں، کیا ان کی نماز ہو جاتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

احناف کے نزدیک اقتداء کیلئے یہ شرط ہے کہ امام اور مقتدی کا مکان ایک ہو۔ مسجد و فنائے مسجد کے علاوہ خارجِ مسجد والی جگہ میں جب صفیں متصل نہ ہوں اور صفوں کے درمیان راستے یا نہر وغیرہ کا اتنا فاصلہ آجائے کہ اس میں سے بیل گاڑی گزر جائے گی تو اس سے فاصلے کے بعد بننے والی صفوں کا مکان الگ ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں مکان الگ ہونے کی وجہ سے مقتدی کی اقتداء درست نہیں ہوتی۔ پوچھی گئی صورت میں بھی مسجد کی چار دیواری سے باہر جو صفیں چار دیواری سے متصل شیڈ کے سائے کے نیچے بنائی جاتی ہیں، ان صفوں میں نماز پڑھنے والوں کی نماز تو درست ہے کہ وہاں تک صفیں متصل ہیں مگر جو صفیں، پانچ صفوں کا فاصلہ چھوڑ کر درختوں کے سائے کے نیچے بنائی

جاتی ہیں، وہ صفیں متصل نہیں ہیں، کہ بیچ میں پانچ صفوں کا اتنا فاصلہ بن جاتا ہے کہ اس میں سے بیل گاڑی گزر جائے۔ لہذا مکان الگ ہو جانے کی وجہ سے ان صفوں میں نماز پڑھنے والوں کی نماز نہیں ہو گی۔

تنبیہ: پنجاب کے بہت سارے علاقوں میں گرمیوں میں شدید گرمی پڑتی ہے، ایسی گرمی میں دھوپ میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنا یقیناً آزمائش کا باعث ہے اس لئے انتظامیہ کو چاہیے کہ جمعہ والے دن دھوپ والی جگہ پر بھی ترپال یا ٹینٹ وغیرہ کا انتظام کرے، اگرچہ مسجد کے چندے سے ہی کیا جائے کہ مسجد کا عمومی چندہ نمازیوں کی ضرورت والے کام میں لگایا جا سکتا ہے اور مسجدوں کی صفیں، مسجد کے نمازیوں کے لئے مسجد سے باہر ایسے مواقع پر بچھانا ہر جگہ رائج ہے۔ اگر مسجد کے چندے میں گنجائش نہ ہو یا ویسے ہی انتظامیہ توجہ نہیں دیتی تو پھر بعد میں آنے والے نمازیوں پر لازم ہو گا کہ وہ صفیں پیچھے ہر گز نہ لے جائیں بلکہ جمعہ کی نماز شہر کی کسی اور مسجد میں جا کر پڑھیں۔

امام و مقتدی کے درمیان راستہ، اقتداء میں خلل ڈالتا ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ اور مصنف عبدالرزاق میں ہے:

”واللفظ للآخر“ عن عمر بن الخطاب أنه قال فی الرجل يصلی بصلاة الامام قال: اذا كان بينهما نهر أو طريق أو جدار فلا يأتم به“

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ انہوں نے امام کی اقتداء کرنے والے کے بارے میں فرمایا کہ جب امام و مقتدی کے درمیان نہر یا راستہ یا دیوار ہو تو مقتدی اقتداء نہ کرے۔

(المصنف لعبد الرزاق، جلد 3، صفحہ 81، مطبوعہ کراچی)

اقتدا کی شرط یہ ہے کہ امام و مقتدی کا مکان ایک ہو۔ چنانچہ بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع میں علامہ علاء الدین ابو بکر بن مسعود بن احمد الکاسانی الحنفی علیہ رحمۃ اللہ القوي (المتوفی 587 ھجری) لکھتے ہیں:

و منها اتحاد مكان الامام و المأموم، و لأن الاقتداء يقتضى التبعية فى الصلاة، والمكان من لوازم الصلاة فيقتضى التبعية فى المكان ضرورة، وعند اختلاف المكان تنعدم التبعية فى المكان فتنعدم التبعية فى الصلاة لانعدام لازمها۔۔۔۔۔وأصله ما روى عن عمر رضى الله عنه موقوفا عليه و مرفوعا إلى رسول الله صلى الله عليه و سلم أنه قال: من كان بينه وبين الامام نهر أو طريق أو صف من النساء فلا صلاة له

ترجمہ: اقتداء کی شرائط میں سے ہے کہ امام اور مقتدی کا مکان ایک ہو، کیونکہ اقتداء اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ مقتدی نماز میں، امام کے تابع ہو کر رہے اور مکان، نماز کے

لوازمات میں سے ہی ہے تو اب اس بات کا بھی تقاضا ہو گا کہ مقتدی مکان میں بھی ضرور امام کے تابع ہو کر رہے، جب مکان الگ الگ ہو جائیں تو تابع ہونا ختم ہو جاتا ہے، جب مکان میں تابع ہونا ختم ہو گیا تو اب نماز میں بھی تبعیت ختم ہو جائے گی کیونکہ نماز کے لوازمات میں تبعیت نہ رہی۔۔۔۔اس کی اصل وہ حدیث ہے جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موقوفا اور مرفوعا دونوں طرح سے مروی ہے کہ فرمایا: جس مقتدی اور اس کے امام کے درمیان نہر یا راستہ یا عورتوں کی صف ہو، اس مقتدی کی نماز نہیں ہے۔

(بدائع الصنائع جلد 1، صفحہ 628، مطبوعہ بیروت)

خارجِ مسجد میں صفوں میں اتصال نہ ہو تو اقتدا درست نہیں ہوتی اور نماز نہیں ہوتی۔اسی بدائع الصنائع میں ہے:

و لو اقتدی خارج المسجد بامام فی المسجد، ان کانت الصفوف متصلة جاز و الا فلا

ترجمہ: اگر مسجد کے امام کی خارجِ مسجد میں اقتداء کی تو اگر صفیں متصل ہوں تو جائز ہے ورنہ جائز نہیں ہے۔

(بدائع الصنائع، جلد 1، صفحہ 630، مطبوعہ بیروت)

فتح القدیر میں ہے:

و إذا قاموا مع الامام على الطريق صفوفا و صف بينه و بين الذى قدامه قدر العجلة فسدت عليه و على جميع من خلفه

ترجمہ: اگرامام کے ساتھ مقتدی راستے میں صفیں بنا کر کھڑے ہو گئے اور ایک صف ایسی ہے کہ اس کے اور اس سے آگے والوں کے درمیان اتنی مقدار خالی ہے جس میں سے بیل گاڑی گزر سکے تو اس صف والوں کی نماز اور اس صف سے پیچھے جتنے بھی ہیں، سب کی نماز فاسد ہو جائے گی۔

(فتح القدیر، جلد1، صفحہ393، مطبوعہ بیروت)

بہار شریعت میں ہے: ''امام و مقتدی کے درمیان اتنا چوڑا راستہ ہو جس میں بیل گاڑی جا سکے، تو اقتدا نہیں ہو سکتی۔ یوں ہی اگر بیچ میں نہر ہو جس میں کشتی یا بجرا چل سکے تو اقتدا صحیح نہیں، اگرچہ وہ نہر بیچ مسجد میں ہو اور اگر بہت تنگ نہر ہو جس میں بجرا بھی نہ تیر سکے، تو اقتدا صحیح ہے۔''

(بہار شریعت، جلد1، حصہ3، صفحہ563، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی)

نمازیوں کی ضرورت والے کام میں مسجد کی آمدنی استعمال ہو سکتی ہے۔ حبیب الفتاوی میں ہے: ''ضروریات مسجد کا لفظ بہت عام ہے، اس میں شعائرِ وقف اور عمارتِ وقف اور مصالحِ مسجد جو اقوالِ فقہاء میں آئے ہیں، سب داخل ہیں۔ بلفظِ دیگر اس میں مسجد کی تعمیر و مرمت اور مسجد کے تحفظ و بقاء اور اس کی آبادی و نمازیوں اور عبادت کرنے

والوں اور ذکر و تلاوت کرنے والوں کیلئے جو جو چیز ضروری ہو، اس پر جائداد موقوفہ کی آمدنی خرچ کی جاسکتی ہے۔"

(حبیب الفتاوی، جلد 3، صفحہ 210، مطبوعہ لاہور)

گرمی کی وجہ سے فقط بنیان پہن کر نماز پڑھنے کا حکم

سُوال

گرمی کی وجہ سے بغیر قمیص پہنے صرف بنیان پہن کر نماز پڑھنا کیسا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

کپڑے موجود ہوتے ہوئے صرف بنیان میں نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی یعنی ناپسندیدہ عمل ہے کیونکہ ہر ایسے لباس میں نماز پڑھنا جسے پہن کر بندہ معزز لوگوں کے پاس نہ جاسکے مکروہ تنزیہی ہے لہذا صاف ستھرے اور پورے کپڑے پہن کر نماز پڑھی جائے۔

الدرالمختار میں علامہ محمد بن علی بن محمد الحِصنی المعروف علاءالدین حصکفی حنفی علیہ رحمۃ القوي المتوفی 1088 ہجری فرماتے ہیں

(و صلاته في ثياب بذلة) يلبسها في بيته (و مهنة) أي خدمة ان له غيرها

ترجمہ: گھر کے کام کاج والے کپڑوں میں جنھیں گھر میں پہنتا ہے یا نوکری و ملازمت کے کپڑوں میں نماز مکروہ ہے، اگر ان کے علاوہ دوسرے کپڑے اس کے پاس موجود ہوں۔

اس کے تحت ردالمحتار میں ہے

قال في البحر و فسرها في شرح الوقاية بما يلبسه في بيته و لا يذهب به إلى الأكابر ، و الظاهر أن الكراهة تنزيهية

ترجمہ: بحر میں فرمایا کہ اس کی وضاحت شرح وقایہ میں یوں ہے کہ اس سے وہ لباس مراد ہے، جو گھر میں پہنتا ہے اور وہ لباس پہن کر معززین کے پاس نہیں جاتا اور ظاہر یہ ہے کہ یہ کراہت تنزیہی ہے۔

(ردالمحتار علی الدرالمختار، جلد1، صفحہ 640 ، 641، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: "جس کے پاس کپڑے موجود ہوں اور صرف نیم آستین یا بنیان پہن کر نماز پڑھتا ہے تو کراہت تنزیہی ہے اور کپڑے موجود نہیں تو کراہت بھی نہیں۔"

(فتاوی امجدیہ، ج1، صفحہ 193، مطبوعہ: مکتبہ رضویہ، کراچی)

عورت کا اندھیرے (Dark) میں ننگے سر نماز پڑھنا

سُوال

کیافرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ گرمی کے موسم میں اسلامی بہن کمرے میں اندھیرا ہونے کی صورت میں ننگے سر نماز پڑھ سکتی ہے یا نہیں؟ نیز ایسی صورت میں اسے کوئی غیر محرم تو کیا محرم بھی نہیں دیکھ رہا ہوتا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

نماز کے لئے عورت کا سر اور اس کے لٹکتے بال بھی سترِ عورت میں شامل ہیں لہٰذا اگر عورت نے لباس ہونے کے باوجود دورانِ نماز اپنا سر نہ چھپایا تو نماز نہ ہوگی اور کمرے میں اندھیرا ہونے اور کسی کے نہ دیکھنے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ نماز کے لئے ستر کا اہتمام کرنا فرض ہے۔

صدرُ الشریعہ بدرُ الطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی ارشاد فرماتے ہیں۔ ”سَتْر عورت ہر حال میں واجب ہے، خواہ نماز میں ہو یا نہیں، تنہا ہو یا کسی کے سامنے، بلا کسی غرضِ صحیح کے تنہائی میں بھی کھولنا جائز نہیں اور لوگوں کے سامنے یا نماز میں تو ستر بالاجماع فرض ہے۔ یہاں تک کہ اگر اندھیرے مکان میں نماز پڑھی، اگرچہ

وہاں کوئی نہ ہو اور اس کے پاس اتنا پاک کپڑا موجود ہے کہ ستر کا کام دے اور ننگے پڑھی، بالاجماع نہ ہو گی۔الخ۔۔

(بہار شریعت،1/479)

یوکے ویورپ(UK,Europe)میں بی نائٹ(B.Night)اور نمازِعشاء کا مسئلہ

سُوال

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ

(۱)یورپ اور یوکے میں موسم گرما کے کچھ ایام میں برائٹ نائٹ(Bright Night)کا سلسلہ ہوتا ہے جسے بی نائٹ بھی کہتے ہیں اور اس میں حنفی عشا کا وقت نہیں آتا، تو ایسی صورت میں کیا عشا معاف ہو جائے گی؟

(۲)نیز یہاں بعض علاقوں میں عشا کا وقت تو آتا ہے، لیکن رات میں لیٹ، مثلاً کہیں گیارہ، کہیں بارہ، کہیں ایک بجے کے بعد اور وہاں لوگ شافعی وقت پر عشا پڑھ لیتے ہیں، کیا یہ درست ہے اور ہم ایسا کر سکتے ہیں کیونکہ اتنی لیٹ تک جاگنا مشکل ہوتا ہے، خاص طور پر جب صبح فجر کا وقت بھی جلدی ہو اور کام پر بھی جانا ہو؟اور اسی طرح بی نائٹ کے

آنے سے کچھ دن پہلے اور بعد ان علاقوں میں بھی حنفی عشا کا وقت بہت لیٹ آتا ہے، کیا ان راتوں میں بھی ایسا کیا جا سکتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

(۱) یورپ کے وہ علاقے جہاں سال کی بعض راتیں ایسی آتی ہیں کہ جن میں امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول کے مطابق نماز عشا کا وقت داخل ہی نہیں ہوتا، ایسی راتوں میں بھی عشا معاف نہیں، بلکہ صاحبین یعنی امام اعظم کے شاگردانِ رشید امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے قول پر عمل کرتے ہوئے نماز عشا پڑھیں۔ صاحبین کے قول پر وقت عشا وہی ہے جو امام شافعی اور دیگر ائمہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے نزدیک ہے۔

(۲) نیز ایسے علاقے یا راتیں جن میں امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول کے مطابق نماز عشا کا وقت تو شروع ہوتا ہے، مگر کافی تاخیر سے کہ اس وقت تک جاگنا عموماً حرج و مشقت کا موجب بنتا ہے، تو وہاں والوں کے لیے ان راتوں میں صاحبین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے قول کے مطابق نماز عشا پڑھ لینے کی اجازت ہے، البتہ جب یہ مشقت والے ایام گزر جائیں تو دوبارہ امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول کی طرف لوٹ آیا جائے۔

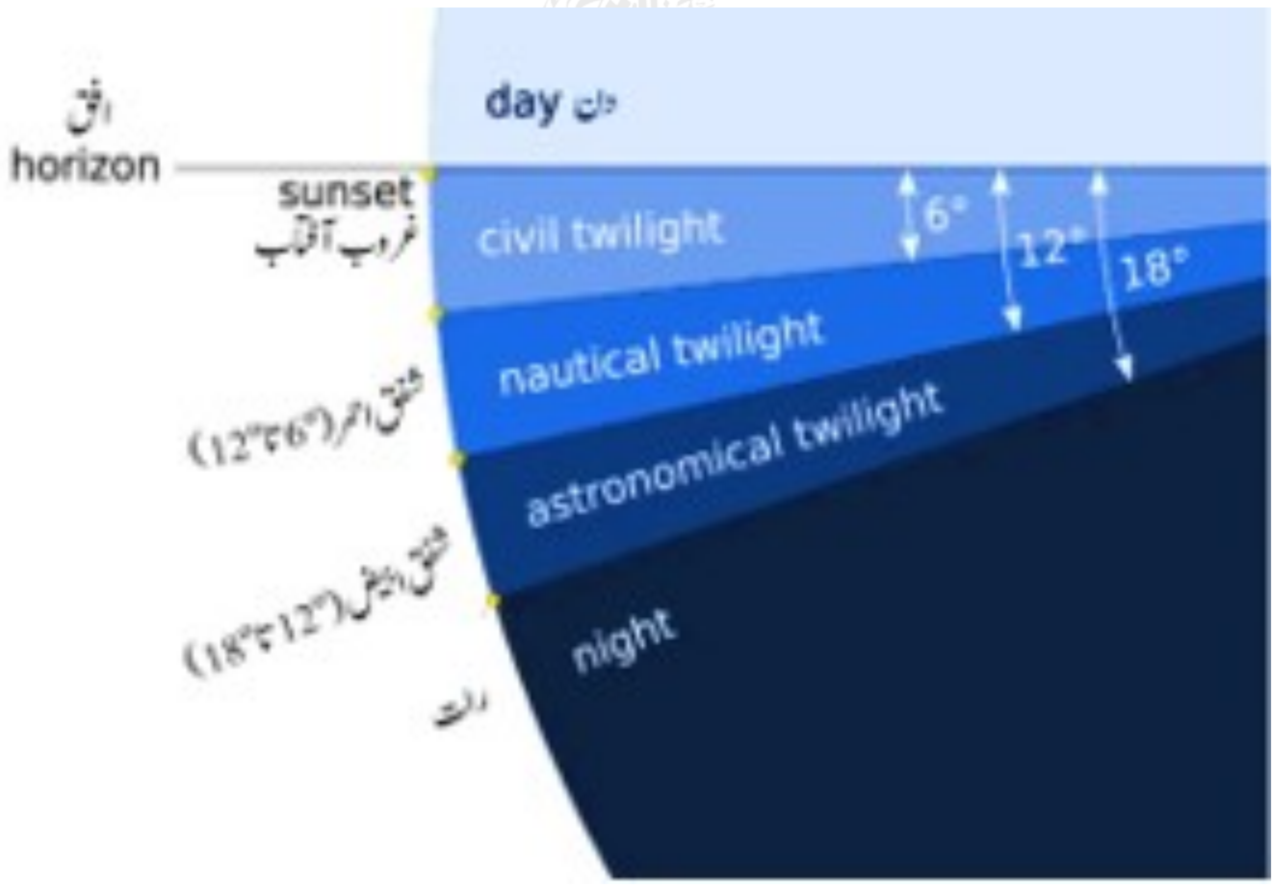
اس مسئلے کی تفصیل کچھ یوں ہے:

نمازِ عشا کا وقت بالاتفاقِ ائمہ کرام شفق (Twilight) غائب ہونے پر شروع ہوتا ہے، مگر شفق کی مراد میں دو آرا ہیں:

(۱) امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک اس شفق سے مراد شفق ابیض ہے،

(۲) امام اعظم کی ایک روایت، ائمہ ثلاثہ اور صاحبین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم کے مطابق اس شفق سے مراد شفق احمر ہے۔

اس کی مزید وضاحت یہ ہے کہ جب سورج مکمل ڈوب جائے یعنی اس کا اوپر والا کنارہ مغرب کی جانب کے دائرۂ افق حقیقی (Horizon Circle)



سے ملے تو اسے غروب آفتاب شرعی کہتے ہیں۔ جب سورج غروب ہو جاتا ہے تو اس کے دیر بعد تک آسمان پر سرخ روشنی (Red Light) پھیلی ہوتی ہے، اسی سرخ روشنی کو شفق احمر (Nautical Twilight) کہتے ہیں۔ یہ سرخ روشنی سورج کے بارہ درجے (12 Degrees) زیر افق جانے پر ختم ہوتی ہے۔ اس سرخ روشنی کے غائب ہونے کے بعد مغرب کی جانب کچھ سفید روشنی (White Light) جنوباً شمالاً موجود رہتی ہے جسے شفق ابیض (Astronomical Twilight) کہتے ہیں۔ یہ سفید روشنی سورج کے اٹھارہ درجے (18 Degrees) زیر افق جانے پر ختم ہوتی ہے، یہی جدید تحقیق اور ماہرین فن توقیت وہیئت کی رائے ہے۔

احناف کے ہاں سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا قول یعنی غروبِ شفقِ ابیض پر وقت عشا کا شروع ہونا مختار وراجح ہے اور اسی پر اعتماد ہے، لہذا عام حالات میں اس قول سے عدول ہر گز جائز نہیں۔ اگرچہ قولِ صاحبین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما یعنی غروبِ شفقِ احمر پر ابتدائے وقت عشا ہونے کو بھی مفتٰی بہ قرار دیا گیا ہے، مگر جہاں نہ ضرورت ہو اور نہ ہی اس قول پر تعاملِ ناس، مثلاً پاک وہند وغیرہ وہاں فتوی امام اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ہی کے قول پر ہے اور اسی کی پابندی لازم ہے۔

تاہم زمین کی شمالی جانب تقریباً ساڑھے اڑتالیس درجہ (48º33’44) عرض بلد سے آگے ایسے ممالک/علاقے ہیں، جہاں سال کی کچھ راتوں (تحویل سرطان Summer

Solstice / اور اس کے آس پاس کی راتوں) میں قول امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر عشا کا وقت نہیں آتا؛ کیونکہ ان راتوں میں وہاں شفق ابیض غروب نہیں ہوتی کہ سورج زیر افق 18 ڈگری تک نہیں پہنچتا اور طلوع کی طرف بڑھ جاتا ہے، مثلاً ہالینڈ، سویڈن، یوکے اور شمالی فرانس وغیرہ۔ لہٰذا ایسی راتوں میں نماز عشا کے حوالے سے اصل حکم تو یہی ہے کہ ان راتوں کی عشا بطور قضا پڑھی جائے، جیسا کہ بہار شریعت وغیرہ میں ہے، لیکن علمائے کرام نے بربنائے ضرورت احناف کے دوسرے قول یعنی قول صاحبین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما پر نماز عشا ادا کرنے کا فتوی دیا ہے؛ کیونکہ وہ بھی قوی اور مفتیٰ بہ ہے۔

نیز مذکورہ عرض بلد سے نیچے وہ ممالک / علاقے کہ جہاں امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول پر عشا کا وقت تو سارا سال آتا ہے، مگر موسم گرما کی بعض راتوں یا ہفتوں میں اتنی تاخیر سے ہوتا ہے کہ اس وقت تک جاگنا عام آدمی کے دینی و دنیوی مشاغل کے لیے حرج و مشقت کا باعث ہے، مثلاً فرانس کے جنوبی اور اٹلی و اسپین کے شمالی علاقے وغیرہ، تو یہاں کے رہنے والوں کے لیے علمائے کرام نے دفع حرج کے پیش نظر ان راتوں میں بھی صاحبین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے قول کے مطابق نماز عشا پڑھ لینے کی رخصت دی ہے، مگر جب یہ مشقت والے ایام گزر جائیں تو دوبارہ امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے راجح قول کی طرف لوٹ آیا جائے؛ کیونکہ وہی احوط اور اقوی ہے، نیز جن راتوں میں قول صاحبین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما پر عمل ہو تو مغرب کے حوالے سے بھی اسی کی پابندی

ضروری ہے۔یہی حکم بی نائٹ والے علاقوں میں ان راتوں سے پہلے اور بعد کی راتوں میں عشاکے متعلق ہوگا۔واضح رہے! اگر کوئی اس حکم رخصت پر عمل کی بجائے عزیمت پر عمل کرتے ہوئے ان راتوں میں بھی امام اعظم رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ کے قول پر عشاپڑھے تو یہ کوئی قابل اعتراض بات نہیں، بلکہ بہتر ہے لیکن اس پر دوسروں کو مجبور نہ کرے۔

جامع ترمذی، سنن ابی داؤد، مسند احمد، مصنف عبدالرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ وغیرہ کی حدیث پاک میں نماز عشاکا وقت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا:

صلی العشاء حین غاب الشفق"

ترجمہ: اور جبریل امین (علیہ السلام) نے عشا کی نماز اس وقت ادا کی جب شفق غائب ہو چکی تھی۔

(جامع ترمذی، أبواب الصلاۃ، باب ماجاء فی مواقیت الصلاۃ، جلد1، صفحہ 187، حدیث 149، دار الرسالۃ العالمیۃ)

علامہ زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم مصری رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ (سال وفات: 970ھ / 1562ء) لکھتے ہیں:

الشفق هو البياض عند الإمام و هو مذهب أبي بكر الصديق و عمر و معاذ و عائشة رضي الله عنهم و عندهما و هو رواية عنه هو الحمرة و

هو قول ابن عباس و ابن عمر"

ترجمہ: امام اعظم کے نزدیک شفق سفید روشنی ہے اور یہی سیدنا ابو بکر صدیق، سیدنا عمر فاروق، سیدنا معاذ، سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب ہے، اور صاحبین کے نزدیک شفق سرخ روشنی ہے، یہ امام اعظم سے بھی ایک روایت ہے اور یہی سیدنا ابن عباس وسیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قول ہے۔

(البحر الرائق شرح کنز الدقائق، کتاب الصلاۃ، جلد 1، صفحہ 258، دار الکتاب الإسلامی)

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (سال وفات: 1340ھ / 1921ء) لکھتے ہیں: مغرب کا وقت سپیدی ڈوبنے تک ہے، یعنی چوڑی سپیدی کہ جنوباً شمالاً پھیلی ہوتی اور بعد سرخی غائب ہونے کے تا دیر باقی رہتی ہے، جب وہ نہ رہی وقت مغرب گیا اور عشا آئی دراز سپیدی کہ صبح کاذب کی طرح شرقاً غرباً ہوتی ہے، معتبر نہیں۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد 5، صفحہ 153، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

نصاب توقیت میں ہے: غروب آفتاب کے بعد آسمان پر شفق احمر (Red Light) پھیلی ہوتی ہے۔ شفق احمر کے ڈوبنے (The end of Nautical Twilight) پر ائمہ ثلاثہ وصاحبین رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک ابتدائے عشا ہوتی ہے۔ علمائے ہند کے فتوے کے مطابق غروب شفق احمر 12 درجات انحطاط شمس یا

102 درجہ بُعد سمتی پر ہوتی ہے۔ غروب آفتاب کے بعد آسمان پر شفق احمر (Red Light) پھیلی ہوتی ہے، شفق احمر کے ڈوبنے کے بعد باقی رہ جانے والی سفیدی کے ڈوبنے (The end of Astronomical Twilight) پر عشا حنفی کی ابتدا ہوتی ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے لیے بھی صبح صادق کی طرح انحطاط شمس (Depression of Sun) کے 18 درجے ارشاد فرمائے۔

(نصاب توقیت، حصہ 1، صفحہ 104 - 105، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (سال وفات: 1421ھ / 2000ء) لکھتے ہیں: اس پر تمام ائمہ کا اجماع ہے کہ مغرب کا وقت غروب شفق تک ہے، اختلاف اس میں ہے کہ شفق سے مراد وہ سرخی ہے جو غروب آفتاب کے ساتھ ساتھ پیدا ہوتی ہے اور تھوڑی دیر کے بعد ختم ہو جاتی ہے، یا وہ سفیدی ہے جو سرخی کے بعد مغرب میں جنوبا و شمالا پھیلی رہتی ہے۔۔۔ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ شفق سے مراد وہ سفیدی ہے جو سرخی کے بعد فوراً پیدا ہوتی ہے وہ جنوبا و شمالا افق کی جڑ تک رہتی ہے، یہ سفیدی صبح صادق کے مقابل ہے اور یہی قول امام، مفتی بہ اور راجح اور مختار ہے۔

(فتاوی جامع اشرفیہ، جلد 5، صفحہ 137 - 138، جامعہ اشرفیہ مبارک پور، یوپی)

علامہ زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم مصری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ (سال وفات: 970ھ / 1562ء) لکھتے ہیں:

لا یفتی و یعمل إلا بقول الإمام الأعظم و لا یعدل عنه إلی قولهما أو قول أحدهما أو غیرهما إلا لضرورة من ضعف دلیل أو تعامل بخلافه کالمزارعة"

ترجمہ: فتوی اور عمل امام اعظم کے قول پر ہی ہو گا اور امام اعظم کے قول سے صاحبین یا کسی ایک صاحب یا ان کے علاوہ کسی اور کے قول کی طرف عدول نہیں کیا جاتا، ماسوائے ضرورت کے، جیسے کہ دلیل کا ضعیف ہونا یا اس کے خلاف تعامل ہو جانا، جیسے مزارعت (کے معاملہ میں ہوا)۔

(البحر الرائق شرح کنز الدقائق، کتاب الصلاۃ، جلد 1، صفحہ 259، دار الکتاب الإسلامی)

امام اہل سنت اعلی حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ (سال وفات: 1340ھ / 1921ء) لکھتے ہیں: علماء تصریح فرماتے ہیں کہ مفتی مطلقاً قول امام پر فتوی دے اور قاضی عموماً مذہب امام پر فیصلہ کرے یعنی جب کوئی ضرورت، مثل تعامل المسلمین یا اجماع المرجحین علی الخلاف کے داعی ترک نہ ہو۔

(فتاوی رضویہ، جلد 12، صفحہ 109، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ (سال وفات: 1421ھ /

2000ء) لکھتے ہیں: صحیح وراجح اور مختار اور مفتٰی بہ قولِ امام ہی ہے کہ شفق اس سفیدی کا نام ہے جو سرخی کے بعد پیدا ہوتی ہے، اس لیے کہ یہی قول امام ہے اور قول امام سے عدول بلا عذر شرعی جائز نہیں۔

(فتاوی جامع اشرفیہ، جلد 5، صفحہ 145، جامعہ اشرفیہ مبارک پور، یوپی)

صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (سال وفات: 1367ھ / 1948ء) در مختار اور رد المحتار کے حوالے سے لکھتے ہیں: جن شہروں میں عشا کا وقت ہی نہ آئے کہ شفق ڈوبتے ہی یا ڈوبنے سے پہلے فجر طلوع کر آئے (جیسے بلغار ولندن کہ ان جگہوں میں ہر سال چالیس راتیں ایسی ہوتی ہیں کہ عشا کا وقت آتا ہی نہیں اور بعض دنوں میں سیکنڈوں اور منٹوں کے لیے ہوتا ہے) تو وہاں والوں کو چاہیے کہ ان دنوں کی عشا و وتر کی قضا پڑھیں۔

(بہار شریعت، جلد 1، حصہ 3، صفحہ 451، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

مفتی نظام الدین رضوی صاحب دامت برکاتہم العالیہ لکھتے ہیں: ہالینڈ میں مذہب امام اعظم پر وقت عشا نہ پایا جائے تو کیا کیا جائے؟ اس بارے میں اصل مذہب تو یہی ہے کہ ان دنوں کی نماز عشا قضا کی جائے... اور بر بنائے حاجت اس کی بھی گنجائش ہے کہ مذہب صاحبین کے مطابق نماز عشا پڑھ لی جائے۔

(حاشیہ فتاوی جامع اشرفیہ، جلد 5، صفحہ 146، جامعہ اشرفیہ مبارک پور، یوپی)

علامہ محدث محمد عابد بن احمد سندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (سال وفات: 1257ھ / 1841ء) لکھتے ہیں:

"و في الجوهرة و قولهما اوسع للناس و قوله احوط و في الغاية قوله اوثق و قولهما ارفق"

ترجمہ: اور جوہرۃ میں ہے کہ صاحبین کا قول لوگوں کے لیے زیادہ وسعت والا ہے اور امام اعظم کا قول زیادہ احتیاط والا ہے، اور الغایۃ میں ہے کہ امام اعظم کا قول زیادہ وثوق والا ہے اور صاحبین کا قول زیادہ نرمی والا ہے۔

(طوالع الانوار شرح الدر المختار، کتاب الصلاۃ، جلد1، صفحہ452، مخطوطہ)

علامہ سید احمد بن محمد طحطاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (سال وفات: 1231ھ/1815ء) لکھتے ہیں:

"و صحح كل من القولين وأفتى به"

ترجمہ: اور ان دونوں قولوں میں سے ہر ایک کی تصحیح کی گئی ہے اور اس کے مطابق فتوی دیا گیا ہے۔

(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلاۃ، صفحہ177، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (سال وفات: 1421ھ / 2000ء) لکھتے ہیں: جہاں کچھ دنوں میں شفق ابیض کے غروب اور صبح صادق کے طلوع میں اتنا وقت نہ رہتا ہو کہ عشا کی نماز اور وتر پڑھی جاسکے، ان دنوں میں صاحبین کے مذہب کے مطابق شفق احمر کے غروب ہوتے ہی عشا اور وتر پڑھی جاسکتی ہے، اگرچہ مذہب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر عشا کا وقت شفق ابیض کے غروب کے بعد شروع ہوتا ہے، (یہ) ہر اعتبار سے قوی اور مختار للفتوی ہے، مگر صاحبین کا مذہب بھی ضعیف اور ساقط الاعتبار نہیں، بلکہ باقوت ہے، حتی کہ اس کے بارے میں بھی علیہ الفتوی وارد ہے، جو ترجیح کا سب سے قوی لفظ ہے۔... جب یہ اجلہ فقہا صاحبین کے اصل مذہب کو علیہ الفتوی سے مؤکد فرما رہے ہیں تو مذکورہ بالا بلاد کے مذکورہ اوقات میں اس پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔"

(فتاوی جامع اشرفیہ، جلد 5، صفحہ 148، جامعہ اشرفیہ مبارک پور، یوپی)

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں: جب صاحبین کا قول بھی ہمارے بہت سے علمائے احناف نے اختیار فرمایا، حتی کہ سب سے زیادہ قوی لفظ ترجیح علیہ الفتوی تک فرمایا اور صورت مذکورہ بالا میں (یعنی جب قول امام پر وقت عشا نہیں آتا) ضرورت بھی ہے تو اس پر عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں، بلکہ دفع فتنہ کے لیے اس پر عمل ضروری ہے۔

(فتاوی جامع اشرفیہ، جلد 5، صفحہ 158، جامعہ اشرفیہ مبارک پور، یوپی)

علامہ محمد عابد بن احمد سندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (سال وفات: 1257ھ/1841ء) لکھتے ہیں:

وفي التجنيس ينبغي ان يؤخذ بقولهما في الصيف و بقوله في الشتاء"

ترجمہ: اور تجنیس میں ہے کہ موسم گرما میں صاحبین کے قول پر عمل کیا جانا چاہیے اور موسم سرما میں امام اعظم کے قول پر۔

(طوالع الانوار شرح الدر المختار، کتاب الصلاۃ، جلد1، صفحہ452، مخطوطہ)

علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (سال وفات: 855ھ/1451ء) لکھتے ہیں:

وقيل يؤخذ بقولهما في الصيف لقصر الليل و يقال البياض إلى ثلث الليل أو نصفه و في الشتاء لقوله بطولها وعدم بقاء البياض البتة"

ترجمہ: اور ایک قول یہ ہے کہ گرمیوں میں رات کے چھوٹے ہونے کی وجہ سے صاحبین کے قول پر عمل کیا جائے اور کہا جاتا ہے کہ (اس لیے کہ گرمیوں میں) سفیدی ایک تہائی یا آدھی رات تک رہتی ہے (یعنی یہ حرج و مشقت کا باعث ہے)، اور سردیوں میں رات کے لمبے ہونے اور سفیدی کے بالکل باقی نہ رہنے کی وجہ سے امام اعظم کے قول پر عمل کیا جائے۔

(البنایۃ شرح الہدایۃ، کتاب الصلاۃ، باب المواقیت، جلد 2، صفحہ 28، المطبعۃ الخیریۃ)

مجلس شرعی کے فیصلے میں ہے: (جہاں بعض ایام میں مذہب حنفی پر عشا کا وقت آتا ہے، مگر بہت تاخیر سے آتا ہے، اس وقت تک لوگوں کا جاگنا حرج و مشقت کا سبب ہوتا ہے، وہاں) ایسے ایام میں جو لوگ مشقت برداشت کر کے مذہب حنفی پر عمل کرتے ہیں، ان سے تعرض نہ کیا جائے، اس لیے کہ وہ اصل مذہب اور عزیمت پر کاربند ہیں۔ جو لوگ یہ مشقت اٹھانا نہیں چاہتے وہ مذہب صاحبین پر عمل کر کے فرض عشا سے بری الذمہ ہو سکتے ہیں، یہ مذہب بھی قوی اور مفتی بہ ہے۔

(مجلس شرعی کے فیصلے، جلد 2، صفحہ 352 - 353، جامعہ اشرفیہ مبارک پور، یوپی)



كتاب المسجد

گرمی میں مسجد کی چھت پر کھلے آسمان میں نماز پڑھنے کا شرعی حکم

سُوال

موسم گرما میں گرمی کی وجہ سے مسجد کے اندر نماز پڑھیں تو زیادہ گرمی محسوس ہوتی ہے سپیشلی جب بجلی نہ ہو جبکہ گرمی کی وجہ سے اگر ہم نیچے مسجد میں جماعت نہ کریں بلکہ مسجد کی چھت پر کھلے آسمان میں جماعت کریں تو کیا ایسا ہو سکتا ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اصل مسجد نیچے کا حصہ ہے اور چھت تابع ہے، مسجد کی چھت پر بلا ضرورت چڑھنا مکروہ ہے، البتہ اگر جگہ کی قلت ہو تو چھت پر کھڑے ہونے میں مضائقہ نہیں۔ مسجد کی نچلی منزل چھوڑ کر چھت پر جماعت کرانا مسجد کی اصل وضع اور امت کے متوارث تعامل کے خلاف ہے اور نچلی منزل کا خالی رہنا مسجد کے احترام کے بھی خلاف ہے، اس لیے بلا عذر اصل مسجد چھوڑ کر چھت پر جماعت کرانا خلافِ سنت اور مکروہ ہے؛ لہٰذا مذکورہ صورت میں مسجد کے اندر نماز ادا کریں، اور گرمی سے بچاؤ کی کوئی مناسب تدبیر کر لیں۔

فتاوی ہندیہ میں ہے:

"الصعود على سطح كل مسجد مكروه ، ولهذا إذا اشتد الحر يكره أن يصلوا بالجماعة فوقه إلا إذا ضاق المسجد فحينئذ لا يكره الصعود على سطحه للضرورة. كذا في الغرائب"

ترجمہ: ""کسی بھی مسجد کی چھت پر چڑھنا مکروہ ہے، اور اسی وجہ سے جب سخت گرمی ہو تو مسجد کی چھت پر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا مکروہ ہے، الا یہ کہ مسجد میں جگہ تنگ ہو جائے، تو ایسی صورت میں مجبوری کے تحت مسجد کی چھت پر چڑھنا مکروہ نہیں ہو گا۔" جیسا کہ ""الغرائب "" میں ذکر کیا گیا ہے۔

(الفتاوی الہندیۃ المعروف فتاوی عالمگیری، کتاب الجنائز، الفصل الثانی فی غسل المیت، ج3 ص 322، مطبوعہ دار الفکر، بیروت)

موسم گرما میں صحن مسجد میں جماعت

سُوال

کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں: کہ گرمی کا موسم ہے مسجد کے اندر گرمی ہے تو جماعت مسجد کے صحن میں کرائی جائے تو درست ہے یا نہیں؟ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ محراب کو خالی رکھنا اور مسجد کے صحن میں نماز پڑھنا ٹھیک نہیں ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

گرمی کے موسم میں اندرون مسجد شدید گرمی کے باعث صحن مسجد میں باجماعت نماز ادا کرنا جائز اور درست ہے، بشرطیکہ صحن مسجد احاطۂ مسجد میں ہو، اس لئے کہ صحن مسجد بھی مسجد ہی کے حکم میں ہے۔

وفناء المسجد له حكم المسجد

ترجمہ: اور فنا مسجد (بعض احکام میں)، مسجد ہی کے حکم میں ہوتا ہے

(حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، کتاب الصلوٰۃ، باب الإمامۃ، دار الکتاب دیوبند ۲۹۳/۱، ہندیہ، الباب السابع فی مایفسد الصلاۃ، فصل کرہ غلق باب المسجد زکریا قدیم ۱۰۹/۱، جدید ۱۶۸/۱، البحر الرائق، کتاب الصلاۃ، باب الإمامۃ زکریا ۶۳۵/۱، کوئٹہ ۳۶۳/۱)

ولوكان المسجد الصيفي بجنب الشتوي وامتلأ المسجد ، يقوم الإمام فى جانب الحائط ليستوى القوم من جانبيه

ترجمہ: "اگر گرمیوں کی مسجد (صَیفی) سردیوں کی مسجد (شتوی) کے ساتھ متصل ہو اور مسجد نمازیوں سے بھر جائے، تو امام دیوار کے قریب ایک جانب کھڑا ہو، تاکہ اس کے دونوں طرف نمازیوں کی صفیں برابر ہو جائیں۔"

(شامی، کتاب الصلوٰۃ، باب الامامۃ، مصری ۵۳۱/۱، کراچی ۳۱۰/۱)

گرمی کی وجہ سے پہلی صف کی بجائے دوسری صف میں پنکھے کے نیچے نماز پڑھنا

سُوال

ہماری مسجد میں دو پنکھے یو پی ایس پر لگے ہوئے ہیں۔ایک پہلی صف پر ہے اور دوسرا دوسری صف پر لگا ہوا ہے۔ نمازی جماعت کے وقت گرمی کی شدت سے بچنے کے لیے پہلی صف کو مکمل کیے بغیر دوسری صف میں پنکھے کے نیچے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کیا ایسا کرنا ٹھیک ہے ؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر نمازی کم ہیں اور گرمی کی شدت زیادہ ہے تو آدھے پہلی صف میں اور آدھے دوسری صف میں برابر برابر کھڑے ہو جائیں اور اگر نمازی زیادہ ہیں مثلاً زیادہ صفیں ہوں تو ایسی صورت میں پہلے پہلی صف مکمل کریں پھر دوسری اور اس طرح باقی صفیں۔ نمازی تھوڑے ہونے کی صورت میں جائز ہے اور زیادہ کی صورت میں پہلی صف کو مکمل کیے بغیر جائز نہیں ہے۔

پسینے والے کپڑے پہن کر مسجد میں جانے کا شرعی حکم

سُوال

پسینے والے کپڑے پہن کر مسجد میں جانا کیسا؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مسلمان کا پسینہ پاک ہے اور گرمی کے موسم میں عموما کچھ نہ کچھ پسینہ کپڑوں کو لگ جاتا ہے، لہذا عام حالت میں پسینہ کپڑوں کو لگ جانے سے مسجد میں جانا منع نہیں ہوتا، البتہ اتنی زیادہ مقدار میں پسینہ ہو کہ جس سے کپڑوں میں بدبو پیدا ہو جائے اور اس سے دوسروں کو تکلیف پہنچے، تو ایسے کپڑوں کے ساتھ مسجد جانا منع ہو گا کہ یہ مسجد کے تقدس کی خلاف ورزی اور دیگر مسلمان نمازیوں کی ایذا رسانی کا سبب ہے۔

مسجد کو پاک و صاف رکھنے کے حوالے سے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

وَ عَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ اَنْ طَهِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآىٕفِیْنَ وَ الْعٰكِفِیْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ

ترجمہ: اور ہم نے ابراہیم واسماعیل کو تاکید فرمائی کہ میرا گھر طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے خوب پاک صاف رکھو۔“

(پارہ1،سورۃ البقرۃ، آیت125)

اس آیت کے تحت تفسیرِ صراط الجنان میں ہے: ''اس سے معلوم ہوا کہ خانہ کعبہ اور مسجد حرام شریف کو حاجیوں، عمرہ کرنے والوں، طواف کرنے والوں، اعتکاف کرنے والوں اور نمازیوں کے لیے پاک و صاف رکھا جائے۔ یہی حکم مسجدوں کو پاک و صاف رکھنے کا ہے، وہاں گندگی اور بدبودار چیز نہ لائی جائے۔ یہ سنت انبیاء (علیھم السلام) ہے۔

(صراط الجنان ج1، ص232، مکتبۃ المدینہ)

مسجد کو بدبو سے بچانے کے متعلق سنن نسائی میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''من اکل من هذه الشجرة, قال اول یوم : الثوم ، ثم قال: الثوم والبصل والکراث فلا يقربنا في مساجدنا، فان الملائکة تتاذی مما یتاذی منه الانس''

ترجمہ: جو اس درخت سے کھائے (پہلے دن آپ نے لہسن کا فرمایا، پھر لہسن، پیاز اور گندنا یعنی لہسن کے مشابہ ایک بو والی سبزی کا فرمایا)، تو وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے، کیونکہ انسان جس چیز سے تکلیف محسوس کرتے ہیں، فرشتے بھی اس سے تکلیف محسوس کرتے ہیں۔

(سنن نسائی، کتاب المساجد، باب من یمنع من المسجد، ج2، ص43، الناشر: المطبوعات الإسلامیة-حلب)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

"قلت: العلة اذی الملائكة واذی المسلمين ويلحق بما نص عليه في الحديث كل ما له رائحة كريهة من الماكولات وغيرها. وانما خص الثوم هنا بالذكر. وفي غيره ايضا بالبصل والكراث لكثرة اكلهم بها"

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ اس ممانعت کی علت ملائکہ اور مسلمانوں کو ایذا دینا ہے، اور حدیث میں جن چیزوں پر صراحت کی گئی ہے، ان کے ساتھ کھانے والی اور نہ کھانے والی ہر اس چیز کو لاحق کیا جائے گا، جو بدبودار ہو اور یہاں خاص طور پر لہسن اور دیگر احادیث میں پیاز اور گندنا کو بھی ذکر کیا گیا ہے، کیونکہ ان چیزوں کو کثرت سے کھایا جاتا ہے (ورنہ ممانعت ہر بدبو والی چیز کے ساتھ خاص ہے۔)

(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، باب ماجاء فی الثوم النیئ، ج6، ص146، الناشر: دار إحياء التراث العربي - بیروت)

امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالی علیہ سے مسجد کے قریب استنجاء خانے بنانے کے متعلق سوال ہوا، تو اس کے جواب میں ارشاد فرمایا: "مسجد کو بو سے بچانا واجب ہے، ولہذا مسجد میں مٹی کا تیل جلانا حرام، مسجد میں دیاسلائی سلگانا حرام، حتی کہ حدیث میں ارشاد ہوا: "وان يمر فيه بلحم نيئ" (یعنی مسجد میں کچا گوشت لے جانا، جائز نہیں) حالانکہ کچے گوشت کی بو بہت خفیف ہے، تو جہاں سے مسجد میں بو پہنچے وہاں تک ممانعت کی جائے گی۔۔۔ یہ خیال نہ کرو کہ اگر مسجد خالی ہے، تو اس میں کسی بو کا داخل

کرنا اس وقت جائز ہو کہ کوئی آدمی نہیں جو اس سے ایذا پائے گا، ایسا نہیں، بلکہ ملائکہ بھی ایذا پاتے ہیں، اس سے جس سے ایذا پاتا ہے انسان۔ مسجد کو نجاست سے بچانا فرض ہے''

(فتاوی رضویہ، ج16، ص231،232،233، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

سیدی امیرِ اہلسنت دامت برکاتھم العالیہ اپنے رسالے ''مسجدیں خوشبودار رکھئے'' میں لکھتے ہیں: پاک بدبو چھپی ہوئی ہو جیسا کہ اکثر لوگوں کے بدن میں پسینے کی بدبو ہوتی ہے مگر لباس کے نیچے چھپی ہوئی ہوتی ہے اور محسوس نہیں ہوتی تو اس صورت میں مسجد کے اندر جانے میں کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح اگر رومال میں پسینے وغیرہ کی بدبو ہے جیسا کہ گرمی میں منہ کا پسینہ پونچھنے سے اکثر ہو جاتی ہے تو ایسا رومال مسجد کے اندر نہ نکالے، جیب ہی میں رہنے دے، اگر عمامہ یا ٹوپی اتارنے سے پسینے یا میل کچیل وغیرہ کی بدبو آتی ہے تو مسجد میں نہ اُتارے۔۔۔ ہر مسلمان کو اپنے منہ، بدن، رومال، لباس اور جوتی چپل وغیرہ پر غور کرتے رہنا چاہئے کہ اس میں کہیں سے بدبو تو نہیں آ رہی اور ایسا میلا کچیلا لباس پہن کر بھی مسجد میں نہ آئیں جس سے لوگوں کو گھن آئے۔

(مسجدیں خوشبودار رکھئے، ص13، مکتبۃ المدینہ)

گرمیوں میں مسجد سے پانی بھر کر لے جانے کا شرعی حکم

سُوال

بعض لوگ گرمیوں میں اپنے گھر دکان وغیرہ کے لئے مسجد سے بڑی بڑی بوتلیں بھر کر لے جاتے ہیں اور بعض لوگ اپنا کچھ سامان لاکر مسجد کے پانی سے دھوتے ہیں۔ کیا ایسا کرنا ٹھیک ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مسجد کا پانی مسجد کے نمازیوں کے لیے ہوتا ہے، جسے عرف کے مطابق ہی استعمال کر سکتے ہیں۔ عرف سے ہٹ کر مسجد کا پانی بھر کر لے جانا، جائز نہیں۔ اسی طرح اپنی چیزیں مسجد میں لاکر دھونا بھی عرف کے خلاف ہے لہٰذا یہ بھی جائز نہیں۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے: ''مسجد کے سقائے یا حوض جو اہلِ جماعتِ مسجد کی طہارت کو بھرے جاتے ہیں اگر مالِ وقف سے بھرے گئے ہوں تو مطلقًا جب تک ابتدا سے واقف کی اجازت ثابت نہ ہو اور کسی نے اپنی ملک سے بھروائے ہوں تو بے اس کی اجازت قدیم خواہ جدید کے گھروں میں اُن کا پانی اگرچہ طہارت ہی کیلئے لے جانا روا نہیں طہارت ہو جائے گی مگر گناہ ہوگا۔''

(فتاویٰ رضویہ، جلد 2، صفحہ 490، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

بہار شریعت میں ہے: ''جاڑوں میں اکثر جگہ مسجد کے سقایہ میں پانی گرم کیا جاتا ہے تاکہ مسجد میں جو نمازی آئیں، اس سے وضو و غسل کریں، یہ پانی بھی وہیں استعمال کیا جاسکتا ہے گھر لے جانے کی اجازت نہیں۔''

(بہارِ شریعت، جلد 3، حصہ 16، صفحہ 390، مکتبہ المدینہ، کراچی)

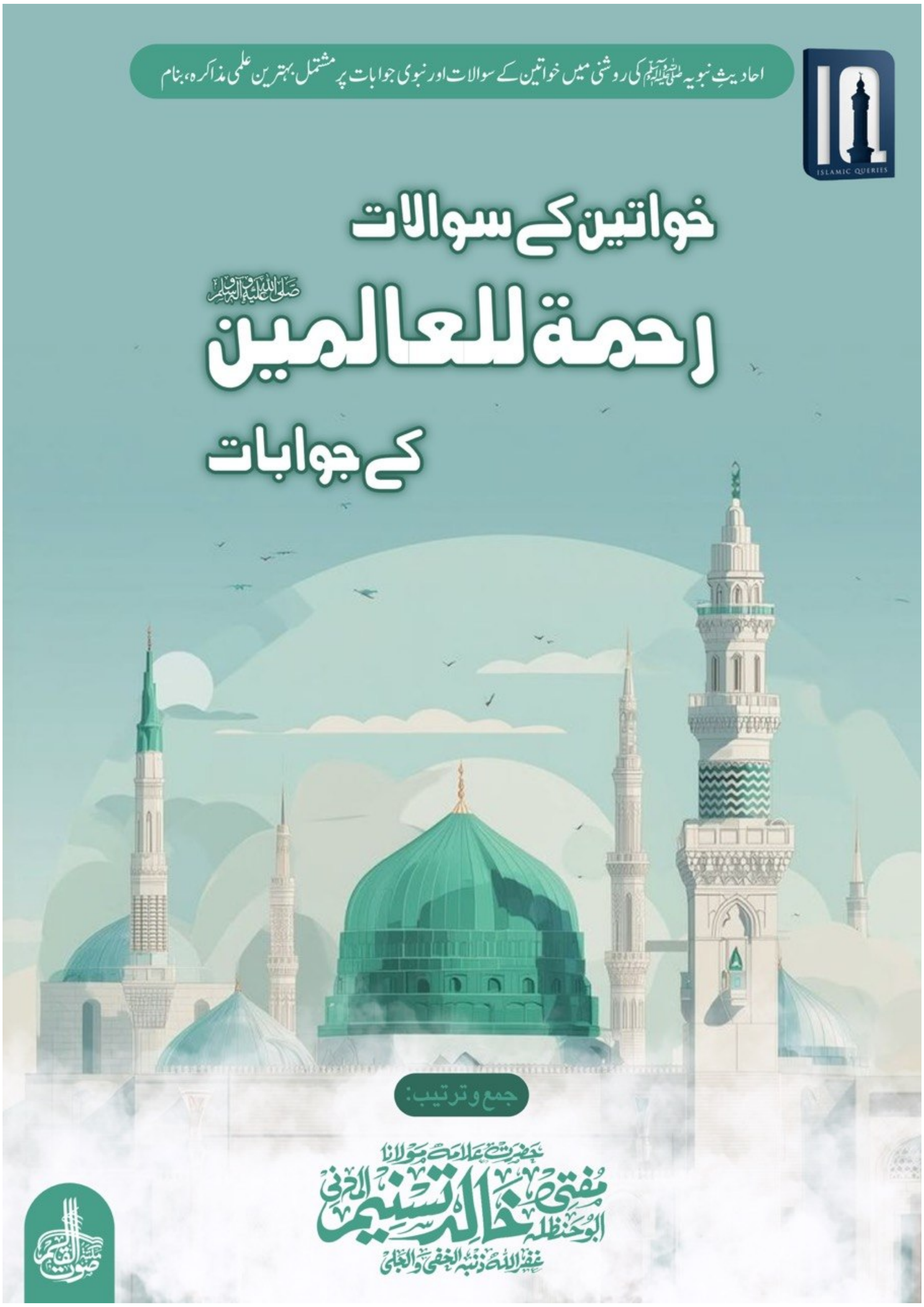
فتاویٰ خلیلیہ میں ہے: ''سرکاری نل سے آنے والا پانی اگر مسجد کی ٹنکی میں آ چکا تو مسجد کی ملک ہو گیا اسے اب گھریلو استعمال میں لانا، جائز نہیں۔''

(فتاویٰ خلیلیہ، جلد 3، صفحہ 538، ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

مسجد سے سادہ پانی بھر کر لے جانے کے بارے میں امیر اہلسنت اپنی کتاب ''چندے کے بارے میں سوال جواب'' میں بیان فرماتے ہیں: ''جہاں جہاں مسجد یا مدرسے میں سے بھر کر لے جانے کا عرف ہے وہاں جائز اور جہاں عرف نہیں وہاں ناجائز۔ کہیں پانی وافر (کثیر) مقدار میں ہوتا ہے اور لوگ بالٹیاں بھر بھر کر لے جاتے ہیں تو کہیں پانی کی کافی تنگی ہوتی ہے اور حالت یہ ہوتی ہے کہ کبھی موٹر بھی کام کرتی ہے تو کبھی نہیں کرتی اور پیسے دے کر ٹینکر سے پانی منگوانا پڑتا ہے۔ ایسی تنگی کی صورت میں صرف ایک آدھ بوتل بھرنے کی حد تک اجازت ہو سکتی ہے، اس میں بھی وہاں کا عرف دیکھا جائے گا۔ اگر عرف نہ ہو تو بوتل بھر کر بھی نہیں لے جاسکتے۔ اگر انتظامیہ نے صراحتاً لکھ کر لگا دیا ہے کہ پانی بھر کر لے جانا منع ہے تو اس صورت میں بھی پانی بھر کر نہ لے جائیں۔ بہر

حال پانی کی قلت و کثرت کے مطابق ہر علاقے کی مسجد اور مدرسے کا اپنا اپنا عرف ہوتا ہے، اسی کے اعتبار سے جواز و عدمِ جواز (یعنی جائز و ناجائز ہونے) کا حکم ہو گا۔“

(چندے کے بارے میں سوال جواب، صفحہ 54، مکتبۃ المدینہ، کراچی)



کتاب الاعتکاف

عورت کا حالتِ اعتکاف میں گرمی کی وجہ سے غسل کرنا کیسا؟

سُوال

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ کیا عورت دورانِ اعتکاف شدید گرمی کے سبب جائے اعتکاف کے علاوہ باتھ روم میں غسل کرسکتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مرد اصلِ مسجد (یعنی وہ جگہ جو نماز پڑھنے کے لئے خاص کرکے وقف ہوتی ہے) سے متصل وقف جگہ جو ضرویات ومصالحِ مسجد کے لئے وقف ہوتی ہے، جسے فنائے مسجد کہا جاتاہے،اس میں بنے ہوئے غسل خانہ میں دورانِ اعتکاف بغیر ضرورت کے بھی غسل کرسکتاہے، فنائے مسجد میں جانے سے اس کااعتکاف نہیں ٹوٹتا،جبکہ عورت گھر میں متعیّن کردہ جگہ میں اعتکاف کرتی ہے،جو ''مسجدِبیت'' کہلاتی ہےاور مسجدِبیت میں فنا کاکوئی تصور نہیں ہوتااس لئے عورت مسجدِبیت سے باہر بلاضرورت نہیں نکل سکتی، صورتِ مسئولہ میں عورت اگرفرض غسل کے علاوہ کسی غسل مثلاً گرمی کی وجہ سے ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے نکلے گی،تواس کااعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: ''فِنائے مسجد جو جگہ مسجد سے باہر اِس سے مُلحَق ضروریاتِ مسجد کیلئے ہے، مثلاً جوتا اتارنے کی جگہ اور غُسل خانہ وغیرہ اِن میں جانے سے اِعتِکاف نہیں ٹوٹے گا۔''مزید آگے فرماتے ہیں: ''فنائے مسجد اس مُعاملہ میں حکم مسجد میں ہے۔''

(فتاویٰ امجدیہ، کتاب الصوم، جلد 1، صفحہ 399 ، مکتبہ رضویہ، کراچی)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: ''جب وہ مدارس متعلّقِ مسجد، حدودِ مسجد کے اندر ہیں اُن میں اور مسجد میں راستہ فاصل نہیں صرف ایک فصیل سے صحنوں کا امتیاز کردیا ہے تو ان میں جانا مسجد سے باہر جانا ہی نہیں، یہاں تک کہ ایسی جگہ معتکف کو جانا، جائز کہ وہ گویا مسجد ہی کا ایک قطعہ ہے۔

وھذا ما قال الامام الطحاوی انّ حجرة امّ المؤمنین من المسجد، فی ردّ المحتار عن البدائع لو صعد ای: المعتکف المنارة لم یفسد بلا خلاف لانّھا منه لانّه یمنع فیھا من کلّ مایمنع فیه من البول ونحوہ فاشبه زاویة من زوایا المسجد

یعنی یہی بات امام طحاوی نے فرمائی کہ اُمُّ المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا کا حجرہ مسجد کا حصہ ہے۔ ردالمحتار میں بدائع سے ہے کہ اگر معتکف منارہ پر چڑھا تو بالاتفاق اس کا اعتکاف

فاسد نہ ہوگا کیونکہ منارہ مسجد کا حصہ ہے۔اس کی دلیل یہ ہے کہ اس میں ہر وہ عمل مثلاً بول وغیرہ منع ہے، جو مسجد میں منع ہے تو یہ مسجد کے دیگر گوشوں کی طرح ایک گوشہ ٹھہرا۔"

(فتاویٰ رضویہ،باب الوتر والنوافل،جلد 7،صفحہ 453،رضافاؤنڈیشن،لاھور)

علامہ علاؤالدّین حصکفی رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

"(الخروج الّا لحاجة الانسان) طبيعيّة كبول وغائط وغسل لو احتلم ولا يمكنه الاغتسال في المسجد كذا في النهر"

یعنی معتکف مسجد سے نہ نکلے مگر حاجتِ طبعیہ کی وجہ سے جیسے پیشاب، پاخانہ اور احتلام ہو تو غسل کیلئے جبکہ اُسے مسجد میں غسل کرنا ممکن نہ ہو۔ جیسا کہ نہر میں ہے۔

(در مختار،کتاب الصوم،باب الاعتکاف،جلد 3،صفحہ 501 ،مطبوعہ کوئٹہ)

صدرالشریعہ مفتی امجد علی اعظمی قُدِّسَ سِرُّہٗ تحریر فرماتے ہیں: معتکف کو مسجد سے نکلنے کے دو عذر ہیں:

ایک حاجتِ طبعی کہ مسجد میں پوری نہ ہو سکے جیسے پاخانہ، پیشاب، استنجا، وضو اور غسل کی ضرورت ہو تو غسل، مگر غسل و وضو میں یہ شرط ہے کہ مسجد میں نہ ہو سکیں یعنی کوئی ایسی چیز نہ ہو جس میں وضو و غسل کا پانی لے سکے اس طرح کہ مسجد میں پانی کی کوئی بوند نہ گرے کہ وضو و غسل کا پانی مسجد میں گرانا، ناجائز ہے اور لگن وغیرہ موجود ہو کہ اس

میں وضواس طرح کر سکتا ہے کہ کوئی چھینٹ مسجد میں نہ گرے تو وضو کے لیے مسجد سے نکلنا جائز نہیں، نکلے گا تو اعتکاف جاتا رہے گا۔یوہیں اگر مسجد میں وضوو غسل کے لیے جگہ بنی ہو یا حوض ہو تو باہر جانے کی اب اجازت نہیں۔

دوم حاجتِ شرعی مثلاً عید یا جمعہ کے لیے جانا یا اذان کہنے کے لیے منارہ پر جانا، جبکہ منارہ پر جانے کے لیے باہر ہی سے راستہ ہو اور اگر منارہ کا راستہ اندر سے ہو تو غَیرِ مؤذن بھی منارہ پر جا سکتا ہے، مؤذن کی تخصیص نہیں۔"

(بہارِ شریعت، حصہ 5،اعتکاف کا بیان،جلد 1،صفحہ 1023 ، 1024 ،مکتبۃ المدینہ، کراچی)

حالت اعتکاف میں گرمی کے لیے غسل کرنا کیسا؟

سُوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ اعتکاف کے دوران بغیر شرعی حاجت کے محض گرمی اور نفاست کے لیے نہانا کیسا ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

معتکف کو مسجد سے نکلنے کے دو عذر ہیں: ایک حاجتِ شرعی مثلاً جمعہ کے لئے جانا، جبکہ اس مسجد میں جمعہ کا اہتمام نہ ہو۔دوسری حاجتِ طبعی جو مسجد میں پوری نہ ہو سکتی ہو۔

جیسے پاخانہ، پیشاب، استنجا، وضو اور غسلِ جنابت۔ اگر فنائے مسجد میں وضو و غسل کے لئے جگہ بنی ہو تو باہر جانے کی اب اجازت نہیں۔

بخاری شریف کی حدیثِ پاک ہے:

"عن عائشة رَضِیَ اللہُ عَنْہا قالت: کان النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یباشرنی وأنا حائض وکان یخرج رأسه من المسجد وهو معتکف فأغسله وأنا حائض"

یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ وہ فرماتی ہیں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے جسم مس کرتے تھے، حالانکہ میں حائضہ ہوتی اور اپنا سر مبارک بحالتِ اعتکاف میری طرف نکال دیتے، تو میں آپ کے سر کو دھو دیتی تھی، حالانکہ میں حائضہ ہوتی۔

(صحیح البخاری، کتاب الاعتکاف، باب غسل المعتکف، ج1، ص665، حدیث: 2030، 2031)

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ دورانِ اعتکاف غسل کے لئے مسجد سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف سر مبارک نکالتے تھے، لہٰذا اگر معتکف اپنا سر دھونے کے لیے مسجد سے باہر نکال دے، تو اعتکاف نہیں ٹوٹے گا۔

المبسوط میں ہے:

"(ولا بأس بأن یخرج رأسه من المسجد إلی بعض أهله لیغسله) لما

روی أنّ النبیّ صلّی اللہ علیہ وسلم فی اعتکافہ کان یخرج رأسہ الی عائشۃ فکانت تغسلہ وترجلہ“

ترجمہ: (معتکف کے لیے) مسجد سے اپنے گھر والوں کی طرف سر نکالنے میں تاکہ وہ اس کو دھودیں، کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم بحالتِ اعتکاف اپنا سرِ انور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف نکالتے، تو آپ رضی اللہ عنہا سرِ انور کو دھویا کرتیں اور کنگھی کیا کرتی تھیں۔

(المبسوط، کتاب الصوم، باب الاعتکاف، ج2، ص141، الجزء الثالث)

اگر غسل خانہ فنائے مسجد میں ہے، تو بغیر غسل واجب ہوئے گرمی و تروتازگی کے لئے مناسب طریقہ سے غسل کر سکتے ہیں۔ صدر الشریعہ بدر الطریقہ مفتی امجد علی اعظمی رَحْمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرماتے ہیں: ”فنائے مسجد جو جگہ مسجد سے باہر اس سے ملحق ضروریاتِ مسجد کے لیے ہے مثلاً جوتا اتارنے کی جگہ اور غسل خانہ وغیرہ ان میں جانے سے اعتکاف نہیں ٹوٹے گا۔۔۔ فنائے مسجد اس معاملہ میں حکمِ مسجد میں ہے۔“

(ملتقطا من فتاویٰ امجدیہ، کتاب الصوم، ج1، ص399)

اگر غسل خانہ مسجد سے باہر ہے، تو گرمی و تروتازگی کے لئے غسل کرنے جانے سے اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

نماز میں فولڈڈ آستین(foldedseelve) کا حکم

سُوال

گرمیوں میں وضو کرنے کے بعد قمیض کی آستین بعض اوقات فولڈ (fold) رہ جاتی ہے، یا گرمی کی وجہ سے آستین اوپر چڑھادی جاتی ہیں تو نیچے نہ کرنے کی صورت میں ادا کئی گئی نماز کا کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

کپڑا فولڈ کر کے یعنی موڑ کر نماز پڑھنے سے حدیثِ پاک میں منع فرمایا گیا ہے اور اس حالت میں پڑھی گئی نماز مکروہ تحریمی وواجب الاعادہ ہو گی۔ پھر حدیثِ پاک میں مطلقاً کپڑا فولڈ کرنے سے منع فرمایا گیا ہے، چاہے اوپر والا ہو یا نیچے والا، لٰہذا بلا کراہت نماز کی ادائیگی کے لیے ضروری ہو گا کہ قمیص کی آستین نیچے کر لی جائے۔ اگر صورتِ مسئولہ میں قمیص کی آستین آدھی کلائی سے اوپر تک چڑھی ہوئی ہو اور اسی حالت میں نماز پڑھ لی، تو مکروہ تحریمی وواجب الاعادہ ہو گی۔ حدیث شریف میں ہے: ”قال النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اُمِرتُ ان اسجد علی سبعة اعظم علی الجبھة و اشار بیدہ علی انفه و الیدین و الرکبتین و اطراف القدمین و لانَکفِتَ الثیاب و الشعر“

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے: پیشانی پر اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے دستِ مبارک سے اپنی مقدس ناک شریف کی طرف اشارہ فرمایا اور دونوں ہاتھوں پر اور دونوں گھٹنوں پر اور دونوں پاؤں کے کناروں پر اور یہ کہ ہم کپڑے اور بال نہ سمیٹیں۔

(صحیح البخاری، جلد1، صفحہ182، حدیث812، مطبوعہ لاھور)

مرقاۃ المفاتیح میں ملا علی قاری علیہ الرحمۃ اس حدیثِ پاک کے آخری الفاظ کے تحت فرماتے ہیں: ''و مِن کفِتھما ان یعقص الشعر و ان یشمر ثوبہ۔ملخصا'' کپڑے اور بال سمیٹنے میں سے ہے، اس کا بالوں کا جُوڑا بنانا اور کپڑا سمیٹنا۔

(مرقاۃ المفاتیح، جلد2، صفحہ561، مطبوعہ کوئٹہ)

اور البحر الرائق شرح کنز الدقائق میں علامہ زین الدین بن ابراہیم بن محمد المتوفی 970 ہجری المعروف ابن نجیم مصری علیہ رحمۃ القوی فرماتے ہیں: ''یدخل ایضا فی کف الثوب تشمیر کمیہ'' کپڑا سمیٹنے میں اس کی آستینیں چڑھانا بھی داخل ہے۔

(البحر الرائق، جلد2، صفحہ42، مطبوعہ کوئٹہ)

حلبۃ المُجلی میں ہے: ''ینبغی ان یکرہ تشمیر ھا الی ما فوق نصف الساعد لصدق کف الثوب علی ھذا'' آستینوں کا آدھی کلائی سے اوپر تک چڑھائے ہونا بھی مکروہ ہونا چاہیے، کیونکہ کپڑا سمیٹنا اس پر بھی صادق آتا ہے۔

(حلبۃ المجلی، جلد2، صفحہ287، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

سیدی اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''تمام متونِ مذہب میں ہے: ''کرہ کف ثوبہ'' تولازم ہے کہ آستینیں اتار کر نماز میں داخل ہو اگرچہ رکعت جاتی رہے اور اگر آستین چڑھی نماز پڑھے، تو اعادہ کیا جائے۔ کما ھو حکم صلاۃ ادیت مع الکراھۃ (جیسا کہ ہر اس نماز کا حکم ہے، جو کراہت کے ساتھ ادا کی گئی ہو۔)''

(فتاوی رضویہ، جلد 7، صفحہ 310، 311، رضا فاؤنڈیشن، لاھور)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرتِ علاّمہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: ''کوئی آستین آدھی کلائی سے زیادہ چڑھی ہوئی یا دامن سمیٹے نماز پڑھنا بھی مکروہِ تحریمی ہے، خواہ پیشتر سے چڑھی ہو یا نماز میں چڑھائی۔''

(بہارِ شریعت، جلد 1، صفحہ 624، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

والدین گرمی کی وجہ سے مسجد میں نماز پڑھنے سے منع کرنا

سُوال

اگر والدین مسجد میں نماز پڑھنے سے گرمی کی وجہ سے منع کریں تو کیا ہمیں ان کی اطاعت کرنی چاہیے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جماعت سے فرض نماز پڑھنا واجب کے قریب ہے، اگر والدین محض گرمی کی وجہ سے مسجد جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے منع کریں، تو شرعاً اُن کی اطاعت ضروری نہیں ہے، والدین کو محض گرمی کی وجہ سے اللہ کے رسول ﷺ کے حکم کی اطاعت میں مزاحمت نہیں کرنی چاہیے، ہاں اگر سخت گرمی کی وجہ سے مسجد جاکر جماعت سے نماز پڑھنے میں بیمار ہونے کا قوی اندیشہ ہو تو چونکہ ایسی صورت میں گھر پر نماز پڑھنے کی اجازت ہے؛ اس لیے ایسے وقت اگر والدین منع کریں تو ان کی اطاعت کرنی چاہیے۔

سردی اور گرمی میں رہائش الگ الگ ہو تو اقامت کا حکم

سُوال

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام کہ ہمارے لوگوں کی رہائش دو جگہوں پر ہوتی ہے، مثلاً ہم سردی میں ڈیرہ اسماعیل خان آتے ہیں اور گرمی میں وزیرستان جاتے ہیں، یعنی تمام کے تمام گھر والے آتے جاتے ہیں تو اگر ہمارے گھر والے ڈیرہ اسماعیل خان میں ہوں اور کوئی وزیرستان چلا جائے، وہاں بھی اس کی اپنی زمین گھر وغیرہ ہو تو نماز قصر کے ساتھ پڑھیں گے یا پوری نماز پڑھیں گے؟ شریعت کی روشنی سے مدلل جواب مطلوب ہے، کیوں کہ ہمارے بعض لوگ وہاں قصر پڑھتے ہیں اور بعض پوری پڑھتے ہیں۔ قصر والے کہتے ہیں کہ یہاں ہمارے بال بچے وغیرہ نہیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

فقہاءِ کرام نے وطنِ اصلی کی تعریف یہ کی ہے کہ انسان کی جائے ولادت یا جہاں اس نے شادی کر کے رہنے کی نیت کرلی یا کسی جگہ مستقل رہنے کی نیت کرلی ہو۔اس تعریف کی روسے اگر کسی شخص کی دو یا دو سے زیادہ جگہوں پر عمر گزارنے کی نیت ہو کہ کبھی ایک جگہ کبھی دوسری جگہ، لیکن ان سے مستقل کوچ کرنے کی نیت نہ ہو تو یہ ساری جگہیں اس کے لیے وطنِ اصلی ہی کے حکم میں ہوں گی، چاہے کسی جگہ بال بچے موجود نہ بھی ہوں چنانچہ درالمختار میں علامہ محمد بن علی بن محمد الحِصنی المعروف علاءالدین حصکفی حنفی علیہ رحمۃ القوي المتوفی 1088 ہجری فرماتے ہیں

"(الوطن الأصلي) هو موطن ولادته أو تأهله أو توطنه"

ترجمہ: (وطن اصلی) وہ جگہ ہے جہاں انسان پیدا ہوا ہو، شادی کی ہو، یا رہائش اختیار کی ہو۔"

اوراس کے تحت ردالمحتار علی الدر المختار میں علامہ ابن عابدین محمد امین بن عمر بن عبد العزیز عابدین الدمشقی الحنفی المتوفی 1252 ھجری المعروف علامہ شامی علیہ رحمۃ السامی لکھتے ہیں

"(قوله أو توطنه) أي عزم على القرار فيه وعدم الارتحال وإن لم يتأهل"

ترجمہ: (مصنف کے قول 'یا رہائش اختیار کی' کا مطلب یہ ہے کہ) اس جگہ مستقل سکونت کا ارادہ کرے اور وہاں سے نقل مکانی نہ کرے، چاہے وہاں شادی نہ بھی کی ہو۔"

(ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوۃ، ج2 ص131دار الفکر بیروت)

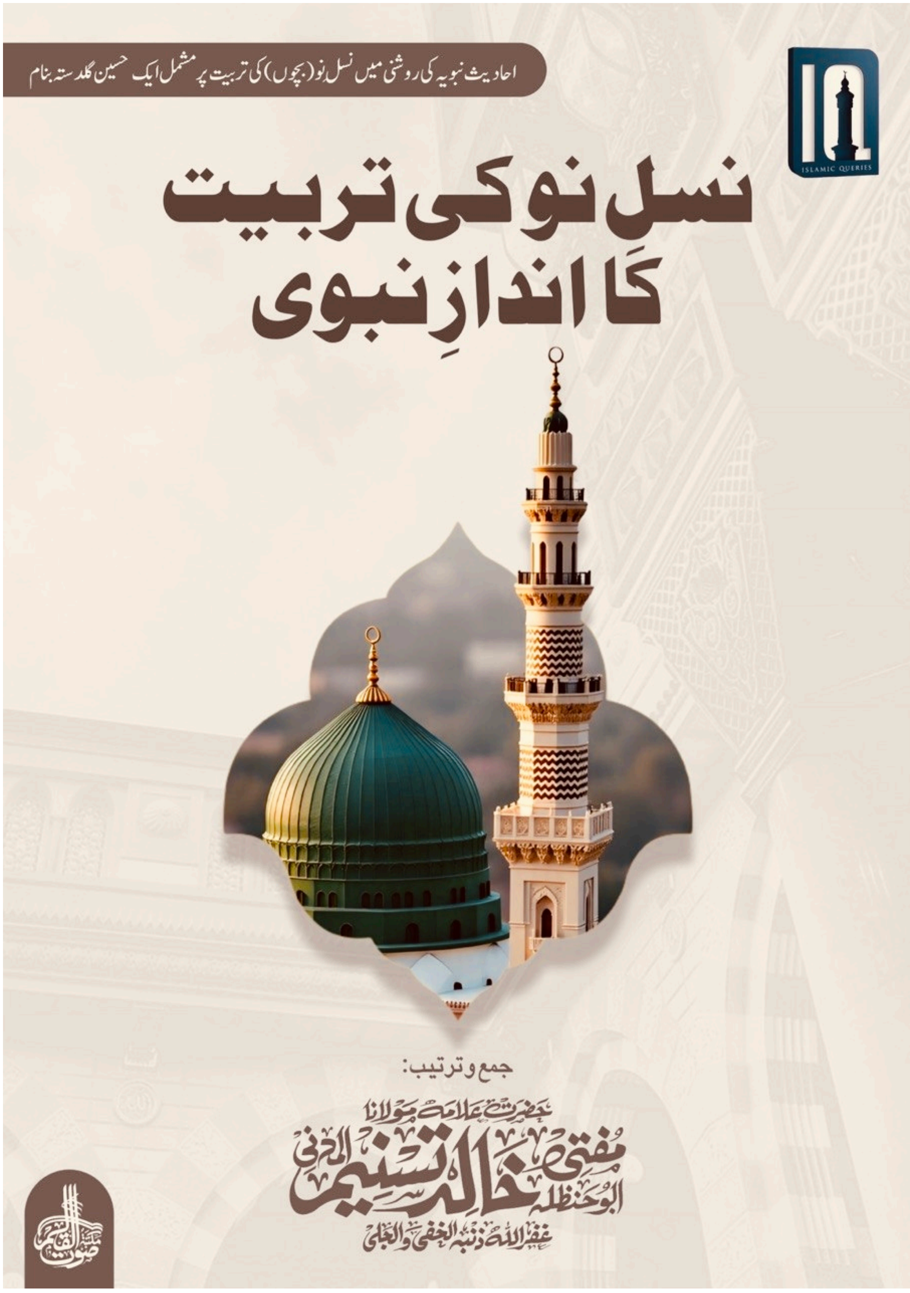
مذکورہ تفصیل کے بعد سائل کے سوال کا جواب یہ ہے کہ جو لوگ سردی اور گرمی کے لیے الگ الگ علاقوں میں مستقل رہائش کا انتظام کرتے ہیں، مثلاً سردی میں ڈیرہ اسماعیل خان میں اور گرمی میں وزیرستان میں تو ایسے لوگ دونوں جگہ مقیم ہوں گے اور پوری نماز پڑھیں گے چنانچہ البحر الرائق شرح کنز الدقائق میں علامہ زین الدین بن ابراہیم بن محمد المتوفی 970ہجری المعروف ابن نجیم مصری عليه رحمة القوي فرماتے ہیں

"وفي المجتبى: نقل القولين فيما إذا نقل أهله ومتاعه وبقي له دور وعقار، ثم قال: وهذا جواب واقعة ابتلينا بها وكثير من المسلمين المتوطنين في البلاد، ولهم دور وعقار في القرى البعيدة منها يصيفون بها بأهلهم ومتاعهم فلا بد من حفظها أنهما وطنان له، لا يبطل أحدهما بالآخر"

ترجمہ: ""مجتبی میں دو قول نقل کیے گئے ہیں اس صورت میں جب کوئی شخص اپنے اہل و عیال اور سامان کو منتقل کر دے لیکن اس کے مکانات اور جائیداد باقی رہیں۔ پھر کہا: یہ اس مسئلے کا جواب ہے جس میں ہم مبتلا ہوئے اور بہت سے مسلمان جو شہروں میں رہائش

پذیر ہیں،ان کے دیہاتوں میں دور دراز مکانات اور جائیدادیں ہیں جہاں وہ گرمیوں میں اپنے اہل وعیال اور سامان کے ساتھ جاتے ہیں۔اس لیے ضروری ہے کہ اس مسئلے کو محفوظ کیا جائے کہ ان دونوں مقامات کو اس کے وطن شمار کیا جائے گا،اور ایک دوسرے سے باطل نہیں ہو گا۔''

(البحر الرائق شرح کنز الدقائق،ج2 ص147 مطبوعہ دار الکتب الاسلامی)



كتاب الحج و العمرة

گرمی کی وجہ سے احرام میں پتلا لباس پہننا

سُوال

کیاموسم گرمامیں حالت احرام میں،دھوپ اور بارش سے بچنے کیلئے چھتری کااستعمال کرسکتے ہیں؟

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عام طورپر طوافِ کعبہ اور مناسکِ حج کی ادائیگی کے دوران دھوپ وغیرہ سے بچنے کیلئے دو طرح کی چھتریاں استعمال کی جاتی ہیں:

ایک چھتری وہ ہوتی ہے، جسے ہاتھ میں پکڑا جاتا ہے،ایسی چھتری سر سے علیحدہ رکھ کر حالتِ احرام میں استعمال کرسکتے ہیں۔

اور دوسری چھتری وہ ہوتی ہے، جسے ہاتھ میں پکڑنے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ اُس کے ساتھ کپڑے کا بیلٹ ہوتا ہے، جو سر پر پہن لیا جاتا ہے،ایسی چھتری حالت احرام میں مرد وعورت کسی کے لئے بھی استعمال کرنا جائز نہیں، کیونکہ اس چھتری کا بیلٹ سر پر پہننے سے پیشانی اور سر، دونوں کا کچھ حصہ چھپ جاتا ہے، حالانکہ احرام کی حالت میں مرد

کے لئے اپنے پورے سر یا چہرے کو یا ان کے بعض حصوں کو چھپانا جائز نہیں۔اور عورت اپنے پورے چہرے یا اس کے بعض حصے کو احرام کی حالت میں نہیں چھپا سکتی۔

ہاتھ والی چھتری سر سے جُدا رکھ کر، احرام کی حالت میں استعمال کر سکتے ہیں، چنانچہ مرأۃ المناجیح میں ہے: محرم بحالتِ احرام چھتری، خیمہ، چادر کا سایہ لے سکتا ہے، بشرطیکہ یہ چیزیں اُس کے سر سے علیحدہ رہیں۔

(مرأۃ المناجیح، جلد 4، صفحہ 200، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

محرم کو سر یا چہرے کا کل یا بعض حصہ چھپانا ممنوع ہے، جیسا کہ لباب المناسک اور اس کی شرح میں احرام کے ممنوعات والی فصل میں ہے:

”(و تغطية الرأس) أی كله أو بعضه لكنه فی حق الرجل (و الوجه) أی للرجل و المرأة“

ترجمہ: حالت احرام میں مرد کو سر کا کل یا بعض حصہ، اور مرد و عورت دونوں کو چہرہ چھپانا ممنوع ہے۔

(لباب المناسک مع شرحہ، فصل فی محظورات الاحرام، صفحہ 131، دار الکتب العلمیہ بیروت)

گرمی میں حج کی رمی کا شرعی حکم

سُوال

ہم دونوں حج پر گیارہ ذوالحجہ کی رمی نہیں کر سکے، کیونکہ شدید گرمی کی وجہ سے بلڈ پریشر اور شوگر لو ہو گیا تھا، چل نہیں سکتے تھے، شدید چکر آرہے تھے، آنکھوں کے سامنے اندھیرا تھا۔ نیم بیہوشی کی حالت تھی اور گرم روڈ پر لیٹے ہوئے تھے، کھڑے نہیں ہو سکتے تھے، لہذا طبیعت کی خرابی کی وجہ سے ہم نے وکیل کر کے 11 ذوالحجہ والی رمی 12 ذوالحجہ کو کروائی اور 12 ذوالحجہ کو بھی طبیعت اسی طرح کی تھی، تو 12 ذوالحجہ کی رمی کیلئے بھی وکیل کیا، اور اسی وجہ سے 12 ذوالحجہ کو ہم نے طواف الزیارہ بھی ویل چیئر پر کیا تھا۔ اب کیا ایسی صورت میں ہم پر دم لازم ہو گا یا نہیں؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

گیارہ اور بارہ ذوالحجہ کی رمی کا وقت زوال (نماز ظہر کے وقت) سے شروع ہو کر، اگلے دن صبح صادق تک ہوتا ہے، اس درمیان جب بھی رمی کی جائے، ادا ہو جاتی ہے۔ اگر اس وقت کے اندر رمی کر لی گئی، یا بوقت عذر وکیل کے ذریعے کروالی گئی، تو رمی درست ہو جاتی ہے، اور دم بھی لازم نہیں ہوتا، لیکن اگر اس وقت کے اندر رمی نہ کی گئی تو اس رمی کی قضا کے ساتھ، تاخیر کا دم لازم ہوتا ہے۔

پوچھی گئی صورت میں چونکہ آپ دونوں نے وکیل کے ذریعے گیارہ ذوالحجہ کی رمی، بارہ ذوالحجہ کو کروائی، جس کی وجہ سے گیارہ ذوالحجہ کی رمی اپنے وقت سے مؤخر ہوئی، لہذا ایسی صورت میں آپ دونوں پر گیارہ ذوالحجہ کی رمی کی تاخیر کا ایک ایک دم لازم ہوگا۔ پھر اگر بارہ ذوالحجہ کو بھی آپ کی یہی حالت تھی جو آپ نے سوال میں بیان کی اور آپ کے اندر اتنی طاقت بھی نہیں تھی کہ آپ دونوں ویل چیئر پر جاکر رمی کر سکتے، یا اتنی طاقت تھی مگر وہاں تک ویل چیئر پر کوئی لے جانے والا نہیں تھا، تو اس صورت میں آپ کا بارہ ذوالحجہ کی رمی کیلئے دوسرے کو وکیل کرنا درست تھا، اور اس وکیل کے رمی کرنے سے آپ کی رمی ادا ہو گئی، اور آپ پر صرف ایک دم کی ادائیگی لازم ہوگی۔ واضح رہے کہ دم کی ادائیگی حدود حرم میں کرنا ضروری ہے۔

گیارہ اور بارہ ذوالحجہ کی رمی کا وقت، اور رمی کو اس کے وقت سے مؤخر کرنے سے متعلق، لباب المناسک اور اس کی شرح میں ہے:

"(وقت رمی الجمار الثلاث فی الیوم الثانی والثالث من ایام النحر بعد الزوال۔۔۔ والوقت المسنون فی الیومین یمتد من الزوال الی غروب الشمس ،ومن الغروب الی طلوع الفجر وقت مکروہ واذا طلع الفجر فقد فات وقت الاداء۔۔۔فلو اخرہ عن وقتہ فعلیہ القضاء والجزاء)وھو لزوم الدم" ملتقطاً۔

ترجمہ: ایام نحر کے دوسرے اور تیسرے دن، تینوں جمروں کی رمی کا وقت زوال کے بعد ہے۔۔۔اور دونوں دنوں میں مسنون وقت زوال سے آفتاب ڈوبنے تک رہتا ہے اور غروب سے طلوع فجر تک مکروہ وقت ہے، جب فجر طلوع ہو گئی تو رمی کی ادا کا وقت فوت ہو گیا۔۔۔اگر کسی نے رمی کو اس کے وقت سے مؤخر کیا، تو اس پر قضا اور جزاء یعنی دم لازم ہو گا۔

(لباب المناسک مع شرحہ، باب رمی الجمار و احکامہ، صفحہ 339،334، مطبوعہ مکۃ المکرمۃ)

المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط میں ہے:

”وان لم یرم حتی اصبح رماها من الغد وعلیه دم عند ابی حنیفة للتاخیر“

ترجمہ: اور اگر کسی دن رمی نہ کی، یہاں تک کہ صبح ہو گئی، تو اس دن کی رمی اگلے دن کرے، اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس پر تاخیر کا دم لازم ہو گا۔

(المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط، فصل فی الجنایۃ فی رمی الجمرات، صفحہ 508، مطبوعہ مکۃ المکرمۃ)

رمی پر قادر نہ ہونے کی صورت میں وکیل کرنا درست ہوتا ہے، چنانچہ لباب المناسک میں ہے:

”الخامس: أن یرمی بنفسه، فلا تجوز النیابة عند القدرة، وتجوز

عند العذر‘‘

ترجمہ: رمی کی پانچویں شرط یہ ہے کہ وہ خود سے رمی کرے، لہذا قدرت کے وقت نائب بنانا جائز نہیں، اور عذر کے وقت جائز ہے۔

(لباب المناسک مع شرحہ، باب رمی الجمار واحکامہ، صفحہ 349، مطبوعہ مکۃ المکرمۃ)

بہار شریعت میں ہے: ’’جو شخص مریض ہو کہ جمرہ تک سواری پر بھی نہ جا سکتا ہو، وہ دوسرے کو حکم کردے کہ اس کی طرف سے رَمی کرے۔‘‘

(بہار شریعت، جلد 1، حصہ 6، صفحہ 1148، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

حالت احرام میں گرمی کی وجہ سر یا چہرہ چھپانا

سُوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ ہم نے علمائے کرام سے یہ مسئلہ سنا ہے کہ مرد حالت احرام میں چادر وغیرہ سر پر نہیں اوڑھ سکتا، جبکہ مرد و عورت دونوں ہی کسی کپڑے یا ماسک وغیرہ سے چہرے کو نہیں چھپا سکتے۔ عرض یہ ہے کہ اگر کوئی مرد سخت گرمی یا سردی کے عذر کی وجہ سے سر پر چادر اوڑھ لے یا مرد و عورت دونوں سخت دھوپ ہی کی وجہ سے ماسک وغیرہ کسی کپڑے سے چہرے کو چھپا لیں، تو کیا حکم ہوگا اور اس پر کیا کفارہ لازم آئے گا، پورا سر یا چہرہ چھپا ہو یا تھوڑا؟ اور اگر ایسا بغیر عذر کے کیا جائے، تو کیا کفارہ ہوگا؟ برائے مہربانی

آسان الفاظ میں وضاحت کے ساتھ ارشاد فرمادیں، تاکہ مکمل مسئلہ معلوم ہو جائے اور میرے جیسے دوسرے لوگ بھی اس کو سمجھ کر عمل کر سکیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

عندالشرع حالت احرام میں مرد کا سر یا چہرہ اور عورت کا چہرہ چھپانا، ممنوع و ناجائز ہے۔ اگر کوئی شخص حالت احرام میں کسی عذر شرعی کی وجہ سے یا بلا عذر شرعی کسی کپڑے وغیرہ ایسی چیز سے سر یا چہرہ چھپائے، جس کو عرف و عادت میں چھپانا کہا جائے، یونہی عورت مذکورہ طریقے سے چہرہ چھپائے، تو اس پر کفارہ واجب ہوگا، البتہ اگر کسی عذر شرعی کی بنا پر ایسا کریں گے، تو گنہگار نہیں ہوں گے اور اگر بلا عذر شرعی ایسا کیا تو گناہ بھی ہوگا، جس سے توبہ کرنا لازم ہے۔ فقہا کی تصریحات کے مطابق اس معاملے میں سخت دھوپ و گرمی و سردی بھی شرعی عذر بنتے ہیں، لہذا سخت گرمی یا سخت دھوپ کی وجہ سے اگر کوئی اور چارہ کار نہ ہو، تو چھپانے کی اجازت ہوگی، لیکن کفارہ پھر بھی لازم ہوگا۔ باقی عذر و غیر عذر کی صورت میں کفارے کی تفصیل درج ذیل ہے:

حالت احرام میں عذر شرعی سے سر یا چہرہ چھپانے میں کفارے کی تفصیل:

(1) اگر کسی نے عذر شرعی کی وجہ سے مکمل ایک دن یا ایک رات سارا سر یا چہرہ یا ان کا چوتھائی حصہ چھپایا، تو اسے اختیار ہے کہ ایک دم حدود حرم میں قربان کرے یا چھ صدقہ

فطر چھ مسکینوں کو دے دے یا تین روزے جس طرح چاہے رکھ لے۔ اگر چھ صدقے ایک مسکین کو دے دیے یا تین یا سات مساکین پر تقسیم کر دیے، تو کفارہ ادا نہ ہو گا، بلکہ شرط یہ ہے کہ چھ مسکینوں کو دے اور افضل یہ ہے کہ حرم کے مساکین ہوں۔

(2) اگر کسی نے عذر شرعی کی وجہ سے کامل ایک دن یا رات سے کم سارا سر یا چہرہ یا کم از کم ان کا چوتھائی حصہ چھپایا، اگرچہ ایک لمحے کے لیے ہو، تو اسے اختیار ہے کہ ایک صدقہ فطر کی مقدار جہاں چاہے صدقہ کرے یا ایک روزہ جہاں چاہے رکھ لے۔

(3) اگر کسی نے عذر شرعی کی وجہ سے چوتھائی سر یا چہرے سے کم کامل ایک دن یا ایک رات تک چھپایا تو ایک صدقہ فطر کی مقدار جہاں چاہے صدقہ کرے یا ایک روزہ جہاں چاہے رکھ لے۔

(4) اگر کسی نے عذر شرعی کی وجہ سے چوتھائی سر یا چہرے سے کم، مکمل ایک دن یا ایک رات سے کم چھپایا تو کچھ لازم نہیں۔

حالت احرام میں بلا عذر شرعی سر یا چہرہ چھپانے میں کفارے کی تفصیل:

(1) اگر کسی نے بلا عذر شرعی مکمل ایک دن یا ایک رات سارا سر یا چہرہ یا ان کا چوتھائی حصہ چھپایا، تو ایک دم ہی حدود حرم میں قربان کرنا لازم ہے۔ اس صورت میں دم کی جگہ صدقہ دینے یا روزے رکھنے سے کفارہ ادا نہیں ہو گا۔

(2) اگر کسی نے بلا عذر شرعی کامل ایک دن یا رات سے کم سارا سر یا چہرہ یا کم از کم ان کا چوتھائی حصہ چھپایا، اگرچہ ایک لمحے کے لیے ہو، تو خاص ایک صدقہ فطر کی مقدار ہی دینا لازم ہے، جہاں چاہے صدقہ کرے۔ اس صورت میں روزہ کفایت نہیں کرے گا۔

(3) اگر کسی نے بلا عذر شرعی چوتھائی سر یا چہرے سے کم کامل ایک دن یا ایک رات تک چھپایا تو اس صورت میں بھی خاص ایک صدقہ فطر کی مقدار کسی مسکین کو دینا ہی لازم ہے۔ اس صورت میں بھی روزہ کفایت نہیں کرے گا۔

(4) اگر کسی نے بلا عذر شرعی چوتھائی سر یا چہرے سے کم، مکمل ایک دن یا ایک رات سے کم چھپایا، تو مکروہ تحریمی، ناجائز و گناہ ہے، لیکن اس صورت میں کفارہ واجب نہیں ہے۔

نوٹ: حج و عمرے کی جنایات کی وجہ سے لازم آنے والے دم سے مراد ایک بکری (اس میں نر، مادہ، دنبہ، بھیڑ سب شامل ہیں) جو قربانی کی شرائط کے مطابق ہو، اس کو حدود حرم میں دم کی ادائیگی کے لیے ذبح کرنا ہے۔ اور اس معاملے میں صدقے سے مراد ایک صدقہ فطر کے برابر ہے یعنی نصف صاع (ایک کلو نو سو بیس گرام) گندم یا اس کا آٹا یا ستو یا ایک صاع (تین کلو آٹھ سو چالیس گرام) کھجوریں، منقی یا جو یا اس کا آٹا یا ستو یا ان میں سے کسی ایک کی قیمت کسی فقیر شرعی یعنی مستحقِ زکوۃ شخص کو دینا ہے۔ چاہے حرم

شریف میں دے دے یا اپنے وطن واپس آکر کسی فقیر کو دے دے، البتہ افضل یہ ہے کہ حرم کے فقیروں کو ہی دیا جائے۔

فتاوی عالمگیری میں ہے:

’’ولو غطی المحرم راسه او وجهه یوما فعلیه دم وان کان اقل من ذالک فعلیه صدقة کذا فی الخلاصه ، وکذا اذا غطی لیلة کاملة سواء غطاہ عامدا او ناسیا او نائما. اذا غطی ربع راسه فصاعدا یوما فعلیه دم وان کان اقل من ذالک فعلیه صدقة‘‘

ترجمہ: اور اگر محرم نے اپنا سر یا چہرہ چھپایا ایک دن، تو اس پر ایک دم ہے اور اگر ایک دن سے کم چھپایا، تو اس پر صدقہ ہے، ایسے ہی خلاصہ میں ہے اور اسی طرح جب وہ ایک پوری رات چھپائے برابر ہے کہ ان (چہرے اور سر) کو چھپایا ہو جان بوجھ کر یا بھول کر یا سوتے ہوئے، جب چوتھائی سر یا اس سے زیادہ پورا ایک دن چھپایا تو اس پر دم ہے اور اگر اس سے کم ہو، تو اس پر صدقہ ہے۔

(فتاوی عالمگیری، الفصل الثانی فی اللبس، جلد1، صفحہ242، مطبوعہ کوئٹہ)

سخت گرمی و سردی اور زخم وغیرہ عذر شرعی بنتے ہیں، چنانچہ تنویر الابصار مع در المختار ورد المحتار میں شرعی اعذار اور عذر و عدم عذر کی صورت میں لازم آنے والے کفارے کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

’’الواجب دم على محرم بالغ۔۔۔ولو ناسيا او جاهلا او مكرها۔۔۔ ستر راسه كله او ربعه بمعتاد(أي بما يقصد به التغطية عادة)۔۔يوما كاملا او ليلة كاملة و فى الاقل صدقة ۔۔بعذر(الحمى والبرد والجرح والقرح) خير ان شاء ذبح فى الحرم او تصدق بثلاثة اصوع طعام على ستة مساكين اين شاء او صام ثلاثة ايام ولو متفرقة(هذا فيما يجب فيه الدم ، أما ما يجب فيه الصدقة ، إن شاء تصدق بما وجب عليه من نصف صاع أو أقل على مسكين أو صام يوما كما في اللباب)ملتقطا (والعبارة بين الهلالين مزيدا من ردالمحتار)‘‘

ترجمہ: دم واجب ہے ہر محرم بالغ پر جس نے اپنا سارا یا چوتھائی سر معتاد طریقے پر یعنی ایسی چیز سے چھپایا ہو جس سے عادتاً چھپایا جاتا ہو، کامل ایک دن یا ایک رات چھپایا اور اگر کامل ایک دن یا ایک رات سے کم چھپایا، تو صدقہ ہے۔ اگر عذر (بخار، سردی، زخم، پھوڑے) کی وجہ سے ہو، تو اختیار ہے، چاہے ایک بکری حرم میں ذبح کرے یا تین صاع گندم چھ مسکینوں پر صدقہ کرے جہاں چاہے یا تین روزے رکھ لے، اگرچہ متفرق طور پر اور یہ حکم ان صورتوں کا ہے جن میں دم واجب ہو، بہر حال جس صورت میں صدقہ واجب ہوا ہو، تو (عذر کی صورت میں) اگر چاہے، تو وہ مسکین پر صدقہ کر دے جو نصف صاع یا اس سے کم واجب ہوا ہے یا ایک روزہ رکھ لے، جیسا کہ لباب میں ہے۔

(تنویر الابصار مع درالمختار و ردالمختار، جلد 3، صفحہ 51، 52، 672، 71، 57، مطبوعہ کوئٹہ)

جدالممتار علی ردالمحتار میں ہے:

”وفی الاقل صدقة ای اذا ستر کل راسه او وجهه او ربع احدهما اقل من یوم او لیلة ففیه نصف صاع . قلت: وکذا اذا ستر اقل من ربع راسه او وجهه یوما کاملا او لیلة کاملة ففیه ایضا نصف صاع ۔۔بقی ما اذا ستر اقل من الربع فی اقل یوم او لیلة ولا شک فی منعه وکراهته تحریما“

ترجمہ: اور کم میں صدقہ ہے یعنی جب سارا سر یا چہرہ یا ان دونوں میں سے کسی ایک کا چوتھائی ایک دن یا ایک رات سے کم چھپایا، تو اس میں نصف صاع ہے، میں کہتا ہوں اور اسی طرح جب چوتھائی سر یا چہرے سے کم کامل ایک دن یا ایک رات چھپایا، تو اس میں بھی نصف صاع ہے، باقی رہا وہ کہ جب چوتھائی سے کم کامل ایک دن یا ایک رات سے کم چھپایا، تو اس کے منع اور مکروہ تحریمی ہونے میں کوئی شک نہیں۔

(جدالممتار علی ردالمحتار، باب الجنایات، جلد 4، صفحہ 322، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”جو مرد اپنا سارا یا چوتھائی سر بحالت احرام چُھپائے جسے عادۃً سر چھپانا کہیں، جیسے ٹوپی پہننا، عمامہ سر باندھنا، سر سے چادر اوڑھنا، دُھوپ کے باعث سر پر کپڑا اڈالنا، درد کے سبب سر کسنا، زخم کی وجہ سے پٹی باندھنا (نہ گٹھڑی یا صندوق یا خوان وغیرہ کا سر پر اٹھانا کہ یہ سر چھپانے میں داخل

نہیں)اس پر مطلقاً جُرمانہ واجب ہے اگرچہ بھولے سے، اگرچہ سوتے میں، اگرچہ بیہوشی میں اگرچہ عذر سے، مگر صحت حج میں خلل نہیں، ہاں ایک طرح کا قصور ہے جس کی تلافی کو جُرمانہ مقرر ہوا، جیسے نماز میں سہواً ترک واجب سے سجدہ، عذر و بے عذر میں اتنا فرق ہے اگر بے عذر ایک دن کامل یا ایک رات کامل یا اس سے زائد سر چھپا رہا، تو خاص حرم میں ایک قربانی ہی کرنی ہوگی جب چاہے کرے، دُوسرا طریقہ کفارہ کا نہیں اور عذر مثلاً: بخار یا سردی یا زخم یا درد کے سبب اتنی مدت چھپایا تو اختیار ہوگا حرم میں قربانی کرے یا جہاں چاہے جب چاہے تین صاع گیہوں یا مثلاً چھ صاع جَو، چھ مسکینوں کو دے یا تین روزے جس طرح چاہے رکھ لے، اور اگر کامل دن یا رات کی مدت سے کم چھپا رہا اگرچہ کتنی ہی تھوڑی دیر کو تو بے عذری کی صورت میں صدقہ فطر کی طرح خاص صدقہ ہی لازم ہوگا، یعنی نیم صاع گیہوں یا مثلاً ایک صاع جَو کہ جہاں چاہے دے اور بصورت عذر مختار ہوگا چاہے یہ صدقہ دے یا ایک روزہ جہاں چاہے رکھ لے۔"

(فتاوی رضویہ، جلد 10، صفحہ 713، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ بہار شریعت میں فرماتے ہیں: "جہاں دَم کا حکم ہے وہ جرم اگر بیماری یا سخت گرمی یا شدید سردی یا زخم یا پھوڑے یا جُوؤں کی سخت ایذا کے باعث ہوگا، تو اُسے جُرمِ غیر اختیاری کہتے ہیں۔ اس میں اختیار ہوگا کہ دَم کے بدلے چھ مسکینوں کو ایک ایک صدقہ دے دے یا دونوں وقت پیٹ بھر کھلائے یا تین روزے رکھ لے، اگر چھ صدقے ایک مسکین کو دیدیے یا تین یا سات مساکین پر تقسیم

کردیے تو کفارہ ادا نہ ہوگا، بلکہ شرط یہ ہے کہ چھ مسکینوں کو دے اور افضل یہ ہے کہ حرم کے مساکین ہوں اور اگر اس میں صدقہ کا حکم ہے اور بمجبوری کیا تو اختیار ہوگا کہ صدقہ کے بدلے ایک روزہ رکھ لے۔"

(بہار شریعت، جلد1، حصہ6، صفحہ1162، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

اگر جرم بلا عذر شرعی ہو، تو کفارے کے ساتھ ساتھ گناہ بھی ہوتا ہے، چنانچہ

"ارشاد الساری الی مناسک الملا علی القاری" میں ہے:

"(المحرم اذا جنى عمداً بلا عذر يجب عليه الجزاء) اى جزاء فعله وهو الكفارة (والاثم) اى وتدارك اثمه وهو التوبة عن المعصية (وان جنى بغير عمد او بعذر فعليه الجزاء دون الاثم)"

ترجمہ: محرم جب جان بوجھ کر بلا عذر جرم کرے، تو اس پر اپنے اس فعل کی جزا یعنی کفارہ بھی لازم ہوتا ہے اور گناہ بھی ہوتا ہے یعنی اس کے گناہ کو ختم کرنے والی چیز معصیت سے توبہ کرنا ہے اور اگر اس نے انجانے میں یا عذر کی وجہ سے جرم کیا تو اس پر اس فعل کا کفارہ لازم ہے، گناہ نہیں۔

(ارشاد الساری الی مناسک الملا علی القاری، صفحہ421، مطبوعہ پشاور)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"مُحرم اگر بالقصد بلا عُذر جرم کرے تو کفارہ بھی واجب ہے اور گنہگار بھی ہوا، لہٰذا اس صورت میں توبہ واجب کہ محض کفارہ سے پاک نہ ہو گا جب تک توبہ نہ کرے اور اگر نادانستہ یا عذر سے ہے، تو کفارہ کافی ہے۔ جرم میں کفارہ بہر حال لازم ہے، یاد سے ہو یا بھول چوک سے، اس کا جرم ہونا جانتا ہو یا معلوم نہ ہو، خوشی سے ہو یا مجبوراً، سوتے میں ہو یا بیداری میں، نشہ یا بے ہوشی میں یا ہوش میں، اُس نے اپنے آپ کیا ہو یا دوسرے نے اُس کے حکم سے کیا۔"

(بہار شریعت، جلد1، حصہ6، صفحہ1162، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

البحرا لعمیق میں ہے:

"والدم شاة اوسبع بدنة صفتها صفة الاضحية"

ترجمہ: اور دم بکری یا بدنہ (گائے اونٹ) کا ساتواں حصہ ہے، اس کے اوصاف وہی ہیں جو قربانی کے جانور میں ہوتے ہیں۔

(البحرا لعمیق، جلد2، صفحہ822، مطبوعہ موسۃ الریان، المکتبۃ المکیہ)

مبسوط للسرخسی میں ہے:

"كل دم وجب عليه بطريق الكفارة فى شىء من أمر الحج أو العمرة فإنه لا يجزئه ذبحه إلا فى الحرم"

ترجمہ: ہر وہ دم جو حج یا عمرے کے امور میں سے کسی شے کے بدلے میں بطور کفارہ

واجب ہو، تو اس کا حرم کے سوا کسی اور جگہ ذبح کرنا کافی نہیں۔

(مبسوط للسرخسی، کتاب الحج، باب الحلق، جلد 4، صفحہ 75، دار المعرفہ، بیروت)

جرمانے کے صدقے کے بارے میں تنویر الابصار مع در المختار ورد المحتار میں ہے:

"تصدق بنصف صاع من بر كالفطرة (أفاد أن التقييد بنصف الصاع من البر اتفاقي فيجوز إخراج الصاع من التمر أو الشعير) والعبارة بين الهلالين مزيدا من ردالمحتار"

ترجمہ: صدقہ فطر کی طرح نصف صاع گندم صدقہ کرے۔ صدقہ فطر کی طرح کہہ کر مصنف علیہ الرحمۃ نے اس بات کا افادہ کیا کہ نصف صاع گندم کی قید اتفاقی ہے، پس ایک صاع کھجوریں یا ایک صاع جَو صدقہ کرنا بھی جائز ہے۔

(تنویر الابصار مع در المختار ورد المحتار، جلد 2، صفحہ 557، مطبوعہ بیروت)

صدر الشریعہ مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ بہار شریعت میں فرماتے ہیں: "صدقہ فطر کی مقدار یہ ہے گیہوں یا اس کا آٹا یا ستّو نصف صاع، کھجور یا منقے یا جَو یا اس کا آٹا یا ستّو ایک صاع۔"

(بہار شریعت، جلد 1، حصہ 5، صفحہ 938، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

حج وعمرے کی جنایت پر لازم آنے والا صدقہ کسی بھی مقام پر ادا کیا جا سکتا ہے تاہم مستحب یہ ہے کہ حرم کے فقراء ومساکین کو دیا جائے، چنانچہ "الجوہرۃ النیرۃ" میں ہے:

”فالصوم يجزئه في أي موضع شاء ويجزئه إن شاء تابعه وإن شاء فرقه وكذا الصدقة تجزئه عندنا حيث أحب إلا أنها تستحب على مساكين الحرم“

ترجمہ: جنایت کی وجہ سے لازم آنے والے روزے کسی بھی جگہ رکھ لیے جائیں کافی ہیں چاہے پے درپے رکھے جائیں، چاہے متفرق طور پر اور اسی طرح صدقہ بھی ہمارے نزدیک جہاں چاہے ادا کرے کفایت کرے گا، البتہ مستحب یہ ہے کہ حرم کے مساکین پر ادا کیا جائے۔

(الجوھرۃ النیرۃ، کتاب الحج، جلد1، صفحہ170، مطبوعہ بیروت)

محرم کا گرمی کی وجہ سے ٹاول یوز(Toweluse) کرنا

سُوال

مفتی صاحب میرا سوال یہ ہے کہ احرام کی حالت میں گرمی کی وجہ سے بہت پسینہ آتا ہے جس کو صاف کرنے کے لئے میں چھوٹا سا ٹاول یوز(Towel use) کرتا ہوں تو کیا اس ٹاول سے چہرہ پونچھا جاسکتا ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

احرام کی حالت میں ٹاول (Towel) کے ساتھ چہرہ پونچھنے کی اجازت نہیں؛ کہ اس سے چہرے کا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور چھپتا ہے، اگرچہ تھوڑی دیر کے لیے ہی چھپے، جبکہ احرام کی حالت میں کپڑے سے تھوڑی دیر کے لیے بھی، چہرے کے کسی حصے کو چھپانا مکروہ و ممنوع ہے۔ پھر ٹاول (Towel) سے چہرہ پونچھنے میں چار پہر (12 گھنٹے) سے کم وقت کے لیے چہرہ چھپتا ہے، اور چار پہر سے کم، سارا چہرہ یا چہرے کا چوتھائی حصہ چھپا، تو صدقہ ہے، اور چہرے کی چوتھائی سے کم حصہ، چار پہر سے کم چھپا، تو کفارہ کوئی نہیں، مگر گناہ ہے۔

در مختار میں ہے

"ولا بأس بتغطية أذنيه وقفاه ووضع يديه على أنفه بلا ثوب"

ترجمہ: حالتِ احرام میں کان اور گدی چھپانے میں کوئی حرج نہیں، یونہی کپڑے کے بغیر ناک پر ہاتھ رکھنے میں بھی حرج نہیں۔

اس کے تحت ردالمحتار میں ہے

"(قوله بلا ثوب) كذا في الفتح والبحر. والظاهر أنه لو كان الوضع بالثوب ففيه الكراهة التحريمية فقط لأن الأنف لا يبلغ ربع الوجه أفاده ط"

ترجمہ: (مصنف کا قول: کپڑے کے بغیر) جیسا کہ فتح القدیر اور بحر میں ہے، اور ظاہر یہ ہے کہ کپڑے کے ساتھ ہاتھ رکھنا فقط مکروہ تحریمی ہے کیونکہ ناک چہرے کا چوتھائی حصہ نہیں ہے، علامہ طحطاوی نے اسے بیان کیا۔

(در مختار مع رد المحتار، ج3، ص659، مطبوعہ: کوئٹہ)

فتاوی رضویہ میں میں ہے "احرام میں یہ باتیں مکروہ ہیں: ۔۔۔۔ غلاف کعبہ معظمہ کے اندر اس طرح داخل ہونا کہ غلاف شریف سر یا منہ سے لگے، ناک وغیرہ منہ کا کوئی حصّہ کپڑے سے چُھپائے۔"

(فتاوی رضویہ، ج10، ص733، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بہار شریعت میں ہے "کان اور گدی کے چھپانے میں حرج نہیں۔ یوہیں ناک پر خالی ہاتھ رکھنے میں اور اگر ہاتھ میں کپڑا ہے اور کپڑے سمیت ناک پر ہاتھ رکھا تو کفارہ نہیں مگر مکروہ و گناہ ہے۔"

(بہار شریعت، ج1، حصہ6، ص1169، مکتبۃ المدینہ)

لباب المناسک میں ہے

"ولو غطی جمیع راسه او وجهه بمخیط او غیره یوما او لیلة فعلیه دم وفی الاقل من یوم صدقة والربع منهما کالکل"

ترجمہ: محرم نے اپنا سر یا چہرہ پورا ایک دن یا پوری ایک رات سلے ہوئے کپڑے یا بغیر سلے سے چھپایا تو اس پر دم لازم ہے اور ایک دن سے کم وقت میں صدقہ ہے، اور سر یا چہرے کی چوتھائی، حکم میں کل کے برابر ہے۔

(لباب المناسک و شرحہ، ص435، مطبوعہ: مکۃ المکرمہ)

فتاوی رضویہ میں ہے "مرد خواہ عورت منہ کی ٹکلی ساری یا چہارم چار پہر یا زیادہ لگاتار چھپائیں تو دم ہے اور چہارم سے کم چار پہر تک یا زیادہ لگاتار چھپائیں تو دم ہے اور چہارم سے کم چار پہر تک یا چار سے کم اگرچہ سارا سر یا منہ تو صدقہ ہے اور چہارم سے کم کو چار پہر سے کم تک چھپائیں تو گناہ ہے کفارہ نہیں۔"

(فتاوی رضویہ، ج10، ص758، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

بہار شریعت میں ہے "مرد یا عورت نے مونھ کی ٹکلی ساری یا چہارم چھپائی یا مرد نے پورا یا چہارم سر چھپایا تو چار پہر یا زیادہ لگاتار چھپانے میں دَم ہے اور کم میں صدقہ اور چہارم سے کم کو چار پہر تک چھپایا تو صدقہ ہے اور چار پہر سے کم میں کفارہ نہیں مگر گناہ ہے۔"

(بہار شریعت، جلد1، حصہ6، صفحہ1169، مکتبۃ المدینہ)

حالتِ احرام میں بیلٹ(Belt) یا الاسٹک(Elastic) والی چھتری پہننا کیسا؟

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ کیا احرام میں ایسی چھتری سر پر لے سکتے ہیں، جو سر پر تو نہیں لگتی، لیکن اس کے ساتھ جڑی ہوئی ایک لچکدار بیلٹ(Belt) سر کے چاروں طرف گھومتی ہوئی سر کو لگی رہتی ہے؟ اس بیلٹ(Belt) کی چوڑائی تقریبا ایک ڈیڑھ انچ ہے اور کیا اس کو پہننے پر کوئی کفارہ بھی لازم آئے گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مُحرم کے لیے سوال میں بیان کردہ چھتری استعمال کرنا، جائز نہیں ہے، کیونکہ اس کی بیلٹ سر کے چاروں طرف سر کو لگی رہتی ہے اور اتنا حصہ سر کا چھپ جاتا ہے، حالانکہ احرام کی حالت میں سر کو چھپانا، جائز نہیں ہے۔ ظاہر یہی ہے کہ ایسی بیلٹ(Belt) سے سر کا چوتھائی سے کم حصہ چھپے گا، لہٰذا اگر پورا دن یا پوری رات تک پہنی تو صدقہ لازم ہوگا اور اگر پورے دن یا پوری رات سے کم وقت کے لیے پہنی، تو کوئی کفارہ لازم نہیں ہوگا، البتہ مکروہ تحریمی و گناہ ہونے کی وجہ سے توبہ لازم ہوگی۔

تفصیل کچھ یوں ہے کہ یہ بیلٹ (Belt) سر پر لگانا ایسے ہی ہے جیسے سر پر پٹی باندھنا اور احرام کی حالت میں (بلا عذر شرعی) سر پر پٹی باندھنا ناجائز و ممنوع ہے اور بعض صورتوں میں کفارے کا بھی حکم ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما فرماتے ہیں:

"لا يعصب المحرم رأسه بسير، ولا خرقة"

ترجمہ: محرم اپنے سر پر نہ چمڑے کے تراشے سے پٹی باندھے اور نہ کپڑے کے ٹکڑے سے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الحج، المحرم یعصب راسہ، جلد 3، صفحہ 184، مطبوعہ ریاض)

مبسوط سرخسی میں ہے:

"ويكره له أن يعصب رأسه فإن فعل يوما إلى الليل فعليه صدقة؛ لأنه غطى بعض رأسه بالعصابة وهو ممنوع من تغطية الرأس إلا أن ما غطى به جزء يسير من رأسه فتكفيه الصدقة لعدم تمام جنايته"

ترجمہ: محرم کے لئے مکروہ ہے کہ وہ اپنے سر پر پٹی باندھے، اگر اس نے ایک پورا دن، یعنی رات ہونے تک پٹی باندھی تو اس پر صدقہ ہے کیونکہ اس نے پٹی کے ذریعے سر کے

بعض حصے کو چھپایا ہے حالانکہ اسے سر چھپانا ممنوع ہے، البتہ چونکہ سر کا جتنا حصہ چھپایا، وہ تھوڑا سا ہے اس لئے صدقہ کافی ہے، جنایت کامل نہ ہونے کی وجہ سے۔

(المبسوط، کتاب المناسک، باب ما یلبسہ المحرم، جلد 4، صفحہ 127، دار المعرفہ، بیروت)

فتح القدیر میں ہے:

"لو عصب المحرم رأسه بعصابة أو وجهه يوما أو ليلة فعليه صدقة، إلا أن يأخذ قدر الربع"

ترجمہ: اگر محرم نے سر یا چہرے پر پٹی باندھی ایک دن یا ایک رات تک تو اس پر صدقہ لازم ہے، الّا یہ کہ سر کے چوتھائی حصے کو ڈھانپ لے (کہ پھر دم لازم ہو گا۔)

(فتح القدیر، کتاب الحج، باب الجنایات، جلد 3، صفحہ 31، دار الفکر، بیروت)

رد المحتار میں نہر اور اس میں خانیہ کے حوالے سے ہے:

"ويكره له تعصيب رأسه ولو فعل يوما وليلة كان عليه صدقة. اهـ."

ترجمہ: اور محرم کے لئے سر پر پٹی باندھنا مکروہ ہے، اگر اس نے ایک دن یا ایک رات تک ایسا کیا تو اس پر صدقہ ہے۔

(رد المحتار، کتاب الحج، فصل فی الاحرام، جلد 2، صفحہ 488، دار الفکر، بیروت)

اس کے علاوہ یہ مسئلہ البحر الرائق(3 / 9)،البحر العمیق(801 / 2)اور بدائع (187 / 2)وغیرہ میں بھی ہے۔ سر چھپانے پر کتنا کفارہ ہوگا،اس کی تفصیل و تحقیق بیان کرتے ہوئے امام اہلسنت سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃالرحمٰن لکھتے ہیں:

”فالذي تحرّر مما تقرّر أنّ الكمال في المستور أعني: الرأس و الوجه بالربع و في المستور فيه أعني: اليوم أو الليلة باستيعاب المقدار فإذا وجد الكمال فيهما فدم أو في أحدهما فصدقة أو لا في شيءٍ منهما فلا شيء إلاّ الكراهة، و هي على ما استظهر ط تحريمية“

یعنی بیان کردہ تقریر سے یہ بات منقح ہوئی کہ مستور یعنی سر اور چہرہ میں کمال جنایت چوتھائی حصہ چھپانے سے ہے اور مستور فیہ یعنی دن یارات کے اعتبار سے کمال جنایت پورے وقت میں فعل پائے جانے سے ہے، لہذا اگر ان دونوں اعتبار سے جنایت کامل ہوئی تو دم لازم ہوگا اور اگر ان میں سے ایک کے اعتبار سے جنایت کامل ہوئی تو صدقہ لازم ہوگا اور اگر کسی ایک کے اعتبار سے بھی جنایت کامل نہ ہوئی تو کوئی کفارہ لازم نہیں ہوگا مگر کراہت لازم آئے گی اور صاحب طحطاوی کے استظہار کے مطابق یہ کراہت تحریمی ہے۔

(جد الممتار، کتاب الحج، باب الجنایات، جلد 4، صفحہ 324، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ)

اشکال: یہ بیلٹ سر پر لگنا ممنوع نہیں ہونا چاہیے کہ لبس معتاد یاستر معتاد نہیں۔

جواب: ایسا ہر گز نہیں، کیونکہ یہ بیلٹ لباس ناس (یعنی انسانوں کے پہننے) میں سے ہے اور یہ بیلٹ سر پر لگانا عرفا لبس و پہننا ہی شمار کیا جاتا ہے، لہٰذا یہ **ما یقصد بہ التغطیۃ** میں شامل ہو کر ممنوع و ناجائز ہی قرار پائے گا اور فقہاء کرام نے جن چیزوں کو سر پر اٹھانے کی اجازت دی اور فرمایا کہ ان سے تغطیہ مقصود نہیں ہوتا، اس میں وہ چیزیں شمار کی ہیں، جو لباسِ ناس میں سے نہیں ہیں اور ان کو سر پر اٹھالیا جائے، تو کوئی بھی پہننا یا سر چھپانا شمار نہیں کرتا، بلکہ اس کا مقصود مطلق حمل (اٹھانا) یا کچھ اور ہوتا ہے۔ جیسے طشت، برتن، پتھر، شیشہ، مٹی کے ڈھیلے وغیرہ۔

بدائع الصنائع اور البحر العمیق میں ہے:

و اللفظ للبدائع: ”و لو حمل على رأسه شيئا فإن كان مما يقصد به التغطية من لباس الناس لا يجوز له ذلك؛ لأنه كاللبس. و إن كان مما لا يقصد به التغطية كإجانة. أو عدل بر وضعه على رأسه فلا بأس بذلك؛ لأنه لا يعد ذلك لبسا. و لا تغطية“

ترجمہ: اگر محرم نے سر پر کوئی چیز اٹھائی تو اگر یہ چیز لباس ناس میں سے ایسی ہے جس سے تغطیہ (چھپانا) مقصود ہوتا ہے تو اس کا اٹھانا، جائز نہیں ہوگا کیونکہ یہ لبس (پہننے) کی

طرح ہو گا اور اگر وہ ایسی چیز ہے جس سے تغطیہ مقصود نہیں ہوتا جیسے برتن (جس میں کپڑے دھوئے جاتے ہیں) یا گندم کی بوری کہ ان کو اگر محرم اپنے سر پر رکھے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ لبس اور تغطیہ شمار نہیں ہو گا۔

(بدائع الصنائع، کتاب الحج، فصل فی محظورات الاحرام، جلد 2، صفحہ 185، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

ردالمحتار میں نہر اور اس میں خانیہ کے حوالے سے ہے:

"لو حمل المحرم على رأسه شيئا يلبسه الناس يكون لابسا، وإن كان لا يلبسه الناس كالإجانة ونحوها فلا"

ترجمہ: اگر کسی محرم نے اپنے سر پر ایسی چیز اٹھائی جس کو لوگ پہنتے ہیں تو یہ پہننے والا شمار ہو گا اور اگر لوگ اسے نہیں پہنتے جیسے کپڑے دھونے والا برتن یا اس طرح کی اور چیزیں تو پھر وہ پہننے والا شمار نہیں ہو گا۔

(ردالمحتار، کتاب الحج، فصل فی الاحرام، جلد 2، صفحہ 488، دار الفکر، بیروت)

المسالک لعلامۃ کرمانی میں ہے:

"فان غطى راسه بشيء مما لا يلبسه الناس عادة كاجانة او عدل او طاسة او مكتل وما اشبه ذلك فلا شيء عليه لانه لا يقصد به تغطية

الراس و انما یقصد بہ الحمل وغیرہ“

ترجمہ: اگر محرم نے کسی ایسی چیز سے سر کو چھپایا جس کو لوگ عادۃ نہیں پہنتے جیسے کپڑے دھونے والا برتن، بوری، پیتل یا تانبے کا پانی پینے والا برتن، چیز ماپنے کا پیمانہ، یا اس طرح کی دوسری چیزیں تو اس پر کچھ بھی لازم نہیں ہو گا کیونکہ ان چیزوں سے سر چھپانا مقصود نہیں ہوتا بلکہ ان سے مقصود اٹھانا یا کچھ اور ہوتا ہے۔

(المسالک فی المناسک، 711 / 1، شرکۃ دار البشائر الاسلامیۃ)

جن چیزوں سے تغطیہ مقصود نہیں ہوتا، اس کی مزید کچھ مثالیں لباب اور اس کی شرح میں یوں دی گئی ہیں:

”(او حجر او مدر او صفر او حدید او زجاج او خشب و نحوھا) ای من فضۃ و ذھب“

ترجمہ: یا پتھر یا مٹی کے ڈھیلے یا پیتل یا لوہا یا شیشہ یا لکڑی یا اس طرح کی اور چیزیں جیسے چاندی اور سونا۔

(المسلک المتقسط، باب الجنایات، صفحہ 436، موسسۃ الریان)

ان جزئیات سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جن چیزوں سے تغطیہ مقصود نہیں ہوتا، ان میں اور اس ہیلمٹ میں نمایاں فرق ہے، لہٰذا ہیلمٹ کو ان چیزوں پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

گرمی کی وجہ سے محرم کا شاور (Shower) یا غسل کرنا

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ عمرہ کے احرام کی حالت میں اگر کوئی نہانا چاہے، تو کیا غسل کے لیے احرام کی چادریں اتار سکتا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

حج یا عمرہ کی نیت سے احرام باندھنے کے بعد نہانا یا شاور (Shower) لینا جائز ہے، البتہ نہانے میں چند باتوں کا لحاظ ضروری ہے، احرام کے ممنوعات سے بچے، شیمپو استعمال نہ کرے، میل چھڑائے بغیر نہائے، اس طرح نہائے کہ کوئی بال نہ ٹوٹنے پائے۔

چنانچہ اِحرام باندھنے کے بعد محرم ہونے کی حالت میں نہانا خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اَصحابِ کرام عَلَیْھِمُ الرِّضْوَان کے عملِ مبارک سے ثابت ہے اور یہ بات واضح ہے کہ نہانے کے لیے لباس اُتارا جاتا ہے، لہٰذا اشارۃً ان روایات سے بھی معلوم ہوا کہ اِحرام کا لباس اتارا جا سکتا ہے۔

صحیح بخاری شریف میں ہے: حضرت عبد اللہ بن حنین رضی اللہ عنہ بیان

کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما کا مقام ابواء میں (ایک مسئلہ پر) اختلاف ہوا، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ محرم غسل کرتے ہوئے سر دھوئے گا اور حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اپنا سر نہیں دھوئے گا، تو (راوی، حضرت عبداللہ بن حنین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) مجھے حضرت عبداللہ بن عباس نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس (مسئلہ پوچھنے کے لیے) بھیجا، میں جب ان کی خدمت میں پہنچا، تو وہ دو لکڑیوں کے بیچ غسل کر رہے تھے اور انہوں نے ایک کپڑے سے پردہ کر رکھا تھا، میں نے پہنچ کر سلام کیا، تو انہوں نے استفسار فرمایا کہ کون ہو؟ میں نے عرض کیا کہ میں عبداللہ بن حنین رضی اللہ عنہ ہوں، آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مجھے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ معلوم کرنے کے لیے بھیجا ہے کہ احرام کی حالت میں رسول اللہ ﷺ (غسل کرتے ہوئے) سر مبارک کس طرح دھوتے تھے، (یہ سن کر) انہوں نے کپڑے پر (جس سے پردہ کیا تھا) ہاتھ رکھ کر اسے نیچے کیا، یہاں تک کہ آپ کا سر دکھائی دینے لگا، پھر جو شخص ان کے بدن پر پانی ڈال رہا تھا، اس سے انہوں نے پانی ڈالنے کے لیے کہا، اس نے ان کے سر پر پانی ڈالا، پھر انہوں نے اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے ہلایا اور دونوں ہاتھ آگے لے گئے اور پھر پیچھے لائے اور فرمایا:

”هكذا رأيته صلى الله عليه وسلم يفعل“

ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو (احرام کی حالت میں) اسی طرح کرتے دیکھا تھا۔

(صحیح البخاری، کتاب العمرۃ، باب الاغتسال للمحرم، جلد 1، صفحہ 337، مطبوعہ لاھور)

امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی رحمہ اللہ (سالِ وفات: 758ھ) نقل کرتے ہیں:

”ویروی عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه اغتسل وهو محرم“

ترجمہ: مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے محرم ہونے کی حالت میں غسل فرمایا۔

(معرفۃ السنن والآثار، کتاب المناسک، الغسل بعد الاحرام، جلد 7، صفحہ 175، مطبوعہ دار قتیبہ، دمشق، بیروت)

ملک العلماء علامہ کاسانی حنفی رحمہ اللہ (سالِ وفات: 587ھ/1191ء) لکھتے ہیں:

”ولا بأس بأن يحتجم المحرم، ويدخل الحمام ويغتسل ... وأما الاغتسال فلما روي أن رسول الله صلى الله عليه وسلم اغتسل وهو محرم“

ترجمہ: اور محرم کے حجامہ کرانے (Cupping)، حمام میں داخل ہونے اور غسل کرنے میں کوئی حرج نہیں،... بہر حال غسل کرنا اس لیے جائز ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے احرام کی حالت میں غسل فرمایا۔

(بدائع الصنائع، کتاب الحج، فصل تطییب المحرم، جلد 2، صفحہ 191، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ)

علامہ بُرہانُ الدین مرغینانی رحمہ اللہ (سالِ وفات: 593ھ/196ء) لکھتے ہیں:

”ولا بأس بأن يغتسل و يدخل الحمام ، لأن عمر رضي الله عنه اغتسل و هو محرم“

ترجمہ: اور محرم کے غسل کرنے اور حمام میں داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے محرم ہونے کی حالت میں غسل فرمایا۔

(الھدایہ، کتاب الحج، باب الاحرام، جلد1، صفحہ136، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت)

موسوعہ فقہیہ کویتیہ میں ہے: ”لا خلاف بين الفقهاء في جواز اغتسال المحرم بالماء و الانغماس فيه“

ترجمہ: مُحرم کے لیے پانی سے غسل کرنے اور اس میں غوطہ لگانے کے مسئلہ میں فقہائے کرام کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔

(الموسوعۃ الفقھیۃ الکویتیۃ، جلد35، صفحہ78، مطبوعہ وزارتِ اوقاف، کویت)

حالتِ احرام میں جن اُمور کی اجازت ہے اُن کا بیان کرتے ہوئے صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمہ اللہ (سالِ وفات: 1367ھ/1947ء) لکھتے ہیں: بے میل چھڑائے حمام کرنا (پانی میں نہانا)، غوطہ لگانا (جائز ہے)۔

(بہار شریعت، جلد1، حصہ6، صفحہ1080، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

کتاب الصوم

گرمی میں چھوٹے ہوئے روزے سردی میں رکھنا کیسا؟

سُوال

کیافرماتے ہیں علمائے کرام اِس بارے میں کہ اگر کسی شَرعی مجبوری کی وجہ سے رَمضان کے روزے چھوٹ جائیں تو انہیں کسی بھی وقت رکھ سکتے ہیں یا سردیوں میں چھوٹے ہوئے سردیوں میں اور گرمیوں میں چھوٹے ہوئے گرمیوں ہی میں رکھنے ہوں گے ؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

کسی بھی وجہ سے خواہ عذرِ شَرعی کی بِناپر یا بِغیر کسی عُذر کے رَمضانُ المبارک کے فرض روزے نہ رکھے ہوں تو اُن کی قضا کرنا ضروری ہے اور قضا میں اِس کا اَصْلاً اعتبار نہیں کہ جس موسم میں روزے چھوٹے ہیں اسی موسم میں رکھے جائیں یعنی سردیوں کے روزے سردیوں میں اور گرمیوں کے روزے گرمیوں میں رکھنے کا شرعاً کوئی حکم نہیں، اَلبتہ جلد اَز جلد روزے رکھنے چاہئیں اور اِتنی تاخیر نہ کی جائے کہ اگلا ماہِ رَمضان آجائے کہ پچھلے فرض روزے ذِمّہ پر باقی رہنے کی صورت میں اِس رمضان کے روزے اللہ عزو جل کی بارگاہ میں مقامِ قبولیَّت پانے سے محروم رہتے ہیں۔

گرمی کی وجہ سے روزہ چھوڑنے کا شرعی حکم

سُوال

کیا گرمی کی وجہ سے روزہ چھوڑ سکتے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جب تک شریعت اجازت نہ دے اُس وقت تک گرمی کی وجہ سے روزہ چھوڑنا جائز نہیں۔ یاد رکھئے! جان بوجھ کر رمضان کا ایک روزہ بھی جس نے ترک کیا وہ سخت عذابِ نار کا حقدار ہے۔ فتاوٰی رضویہ جلد 20 صَفحَہ 228 پر ہے: ”اگر دھوپ میں کام کرنے کے ساتھ روزہ ہو سکے اور آدمی مقیم ہو مسافر نہ ہو تو روزہ فرض ہے۔ اور اگر (دھوپ میں کام کرنے کے ساتھ روزہ) نہ ہو سکے، روزہ رکھنے سے بیمار پڑ جائے، ضَررِ قوی (یعنی سخت تکلیف) پہنچے تو مقیم غیر مسافر کو ایسا (دھوپ میں) کام کرنا حرام ہے۔“

میرے آقا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان عَلَيْهِ رَحْمَةُ الرَّحْمٰن ”فتاوٰی رضویہ“ جلد 30 صَفحَہ 296 پر ایک حکایت بیان کرتے ہیں: راہِ ہجرت میں انہیں (یعنی صحابیۂ رسول حضرتِ سیِّدَتُنا اُمِّ اَیمن رضی اللہ عنہا) کو پیاس لگی، آسمان سے نورانی رسّی میں ایک ڈول اُترا، پی کر سیراب ہوئیں، پھر کبھی پیاس نہ معلوم ہوئی، سخت گرمی میں روزے رکھتیں اور پیاس نہ ہوتی۔ (طبقاتِ ابن سعد ج ۸ ص ۱۷۹ ملخصاً)

مسلسل روزے رکھنے کی منت اور گرمی کی وجہ سے روزہ چھوڑنے کا حکم

سُوال

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ ایک عورت نے اپنے کام کے لیے ربیع الاول میں 12 روزے لگاتار رکھنے کی منت مانی، لیکن چھ روزے لگاتار رکھنے کے بعد گرمی اور کمزوری کی وجہ سے تسلسل توڑ دیا اور روزہ نہیں رکھا، تواب اس کا کیا حل ہے؟ کیا دوبارہ 12 روزے رکھنے ہوں گے؟ یا پہلے کے رکھے ہوئے چھ روزے کافی ہیں اور اب صرف چھ روزوں کی قضا کرنی ہو گی؟ نیز یہ روزے ابھی بھی لگاتار رکھنے ضروری ہیں یا ناغے کے ساتھ بھی رکھے جا سکتے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں منت کی قضا کی نیت سے دوبارہ مکمل 12 روزے لگاتار یعنی ناغہ کیے بغیر رکھنے لازم ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اس عورت نے اپنے کام کے لیے ربیع الاول میں 12 روزے لگاتار رکھنے کی منت مانی تھی اور جس کام کے لیے کوئی منت مانی جائے اور منت ماننے والا چاہتا ہو کہ وہ کام ہو بھی جائے، تو کام ہو جانے کی صورت میں منت میں شرط کی گئی بات پر عمل کرنا اور منت کو بعینہٖ اُسی طرح پورا کرنا واجب ہوتا ہے کہ جس طرح منت مانتے ہوئے شرط ذکر کی ہو، لیکن اس عورت نے شرط کے مطابق

12 روزے لگاتار نہیں رکھے، بلکہ چھ روزے لگاتار رکھنے کے بعد گرمی اور کمزوری کی وجہ سے روزوں میں ناغہ کر لیا، لہٰذا شرط پوری نہ کرنے کی وجہ سے منت پوری نہیں ہوئی اور چونکہ اب منت کا مقرر کیا ہوا وقت بھی گزر گیا ہے، لہٰذا اس کی قضا لازم ہے، کیونکہ وقت مقرر کر کے مانی ہوئی منت پوری نہ کرنے کی صورت میں قضا واجب ہو جاتی ہے اور قضا بھی اُسی طرح کرنا لازم ہوتی ہے، جس طرح منت میں شرط کی ہو۔

منت اللہ پاک سے وعدہ ہے اور اسے بغیر شرعی مجبوری کے پورا نہ کرنا گناہ ہے، لہٰذا اس منت ماننے والی عورت پر لازم ہے کہ قضا کے ساتھ ساتھ اسے وقت پر پورا نہ کرنے کے گناہ سے توبہ بھی کرے۔

قرآن مجید میں منت پوری کرنے کا حکم دیتے ہوئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَلۡيُوۡفُوۡا نُذُوۡرَهُمۡ

ترجمہ: ”اور اپنی منتیں پوری کریں۔“

(پارہ 17، سورۃ الحج، آیت 29)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”مَن نذر ان یطیعَ اللہَ فلیطِعْہ “

ترجمہ: جو یہ منّت مانے کہ اللہ پاک کی اطاعت کرے گا، تو اُس کی اطاعت کرے (یعنی منّت پوری کرے)۔

(صحیح البخاری، ج2، ص522، حدیث6696، مطبوعہ لاھور)

منت اللہ پاک سے وعدہ ہے اور اسے پورا نہ کرنا گناہ ہے۔ چنانچہ مبسوطِ سرَخسی میں ہے:

"الناذر معاھد للّٰہ تعالٰی بنذرہٖ فعلیہ الوفاء بذٰلک و قد ذمّ اللہ تعالٰی قوما ترکوا الوفاء بالنذر"

ترجمہ: منت ماننے والا اپنی منت کے ذریعے اللہ پاک سے وعدہ کرتا ہے، لہٰذا اس پر اسے (یعنی منت کو) پورا کرنا واجب ہے اور اللہ پاک نے منت پوری نہ کرنے والی قوم کی مذمت فرمائی ہے۔

(المبسوط للسرَخسی، ج3، ص143، مطبوعہ کوئٹہ)

منت کو ایسی شرط پر معلق کیا جس کا ہونا چاہتا ہے، تو وہ شرط پائی جانے کی صورت میں منت میں مانا ہوا کام ہی کرنا واجب ہوتا ہے۔ چنانچہ تبیین الحقائق میں ہے:

"ان سمی شیئا ففی المطلق یجب الوفاء بہ و کذا فی المعلق ان کان التعلیق بشرط یراد کونہ"

ترجمہ: اگر (منت میں) کسی کام کاذکر کیا، تو مطلق منت میں اسی کام کو پورا کرنا واجب ہے اور اسی طرح معلق منت میں بھی (اسی کام کو پورا کرنا واجب ہے)، اگر ایسی شرط پر معلق کیا، جس کا ہونا چاہتا ہے۔

(تبیین الحقائق، ج3، ص427، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اگر ایسی چیز پر معلق کیا کہ اوس کے ہونے کی خواہش ہے، مثلاً: اگر میرا لڑکا تندرست ہو جائے یا پردیس سے آجائے یا میں روزگار سے لگ جاؤں، تو اتنے روزے رکھوں گا یا اتنا خیرات کروں گا، ایسی صورت میں جب شرط پائی گئی یعنی بیمار اچھا ہو گیا یا لڑکا پردیس سے آگیا یا روزگار لگ گیا، تو اوتنے روزے رکھنا یا خیرات کرنا ضرور ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ یہ کام نہ کرے اور اس کے عوض میں کفارہ دیدے۔"

(بہار شریعت، حصہ9، ج2، ص314، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

لگاتار روزوں کی منت مان کر الگ الگ روزے رکھ لیے، تو منت پوری نہیں ہو گی۔

چنانچہ البحر الرائق شرح کنز الدقائق میں علامہ زین الدین بن ابراہیم بن محمد المتوفی 970 ہجری المعروف ابن نجیم مصری علیہ رحمۃ القوي فرماتے ہیں

"لو اوجب علی نفسه صوما متتابعا فصامه متفرقا لم یجز"

ترجمہ: منت ماننے والے نے اگر اپنے اوپر لگاتار روزے واجب کیے اور الگ الگ کر کے رکھے، تو وہ روزے (منت کے لیے) کافی نہیں ہوں گے (یعنی دوبارہ لگاتار روزے رکھنے لازم ہوں گے)۔

(البحر الرائق، کتاب الصوم، فصل فی النذر، ج2، ص519، مطبوعہ کوئٹہ)

صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "پے درپے (یعنی لگاتار) روزے کی منت مانی، تو ناغہ کرنا، جائز نہیں۔"

(بہارِ شریعت، حصہ 5، ج1، ص1017، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

جس وقت یا دن کی منت مانی تھی، اس دن پوری نہ کی، تو قضا واجب ہے۔ چنانچہ فتاوی عالمگیری میں ہے:

"النذر المعين اذا صامه بنية آخر كقضاء رمضان و الكفارة كان عن الواجب و عليه قضاء ما نذر"

ترجمہ: نذرِ معین کے دن جب کسی اور واجب مثلاً: رمضان کی قضا اور کفارہ کی نیت سے روزہ رکھا، تو (جس کی نیت سے رکھا) اُسی واجب کا روزہ ہو گا اور اس پر منت کے روزے کی قضا واجب ہو گی۔

(الفتاوی الھندیۃ، کتاب الصوم، الباب الاول، ج1، ص216، مطبوعہ کراچی)

قضا اسی طرح واجب ہوتی ہے، جس طرح منت میں شرط ذکر کی ہو۔ چنانچہ بدائع الصنائع میں ہے:

’’القضاء يجب على حسب الاداء ۔۔۔ فنقول : ۔۔۔ كل صوم يؤمر فيه بالتتابع لاجل الفعل وهو الصوم يكون التتابع شرطا فيه حيث دار الفعل ، وكل صوم يؤمر فيه بالتتابع لاجل الوقت ففوت ذلك الوقت يسقط التتابع وان بقى الفعل ووجب القضاء ، فان من قال : ۔۔۔ لله علي أن أصوم شهرا متتابعا، يلزمه أن يصوم متتابعا، لا يخرج عن نذره إلا به، ولو أفطر يوما في وسط الشهر يلزمه الاستقبال ، لأن التتابع ذكر للصوم ، فكان الشرط هو وصل الصوم بعينه ، فلا يسقط عنه أبدا ۔۔۔ والفقه فى ذٰلک ظاهر ، وهو انه اذا وجب التتابع لاجل نفس الصوم فما لم يؤده على وصفه لم يخرج عن عهدة الواجب ، ملخصا‘‘

ترجمہ: قضا ادا کے طریقے ہی کے مطابق واجب ہوتی ہے۔ لٰہذا ہم کہتے ہیں کہ ہر وہ روزہ کہ جس میں لگاتار رکھنے کا حکم فعل یعنی روزے ہی کی وجہ سے دیا گیا ہے، اس میں لگاتار رکھنا اس وقت شرط ہوگا، جب فعل پایا جائے اور ہر وہ روزہ کہ جس میں لگاتار رکھنے کا حکم

وقت کی وجہ سے دیا گیا ہو، تو اس وقت کے گزر جانے سے لگاتار رکھنے کا حکم معاف ہو جائے گا، اگرچہ فعل (یعنی روزے کا حکم) باقی رہے اور قضا واجب ہو۔ لہٰذا جس شخص نے یہ کہا کہ اللہ پاک کے لیے مجھ پر ایک مہینے کے لگاتار روزے لازم ہیں، تو اس پر لگاتار روزے رکھنا لازم ہو گا، اس کے بغیر وہ اپنی منت (کی ادائیگی) سے نہیں نکلے گا اور اگر اس نے مہینے کے بیچ میں کسی ایک دن بھی روزہ چھوڑ دیا، تو اس پر دوبارہ شروع سے روزے رکھنا لازم ہو گا، کیونکہ لگاتار کی شرط کو روزوں کی وجہ سے ذکر کیا گیا ہے، تو شرط بعینہ لگاتار روزے رکھنا ہوئی، لہٰذا (لگاتار روزے رکھے بغیر) یہ شرط اس کے ذمے سے کبھی بھی معاف نہیں ہو گی اور اس کی فقہی وجہ ظاہر ہے اور وہ یہ ہے کہ جب لگاتار رکھنا روزوں ہی کی وجہ سے واجب ہوا، تو جب تک وہ اس شرط کو اس کے وصف کے مطابق ادا نہیں کرے گا، تب تک واجب کی ذمہ داری سے بھی نہیں نکلے گا۔

(بدائع الصنائع، کتاب الصوم، ج02، ص212، مطبوعہ کوئٹہ)

مسلسل روزے رکھنے کی منت کے بعد روزوں میں ناغہ ہو گیا، تو دوبارہ شروع سے رکھنے لازم ہوں گے۔ چنانچہ فتاوی عالمگیری میں ہے:

”لو قال للہ علي أن أصوم يومين أو ثلاثة أو عشرة لزمه ذلك ، ويعين وقتا يؤدي فيه ، فإن شاء فرق وإن شاء تابع إلا أن ينوي التتابع عند النذر فحينئذ يلزمه متتابعا ، فإن نوى فيه التتابع ، وأفطر يوما فيه أو

حاضت المرأۃ فی مدۃ الصوم استأنف واستأنفت کذا فی السراج الوھاج‘‘

ترجمہ: منت ماننے والے نے اگر یہ کہا کہ اللہ پاک کے لیے مجھ پر لازم ہے کہ میں دو دن یا تین دن یا دس دن روزہ رکھوں گا، تو اس پر یہ منت لازم ہو جائے گی اور اگر وقت مقرر کر لیا، تو اسی وقت میں منت کو ادا کرے، پھر چاہے تو الگ الگ کر کے رکھے اور چاہے تو لگاتار رکھے، لیکن اگر منت مانتے وقت اس نے لگاتار روزوں کی نیت کی ہو، تو ایسی صورت میں اس پر لگاتار روزے لازم ہوں گے۔ پھر اگر اس نے منت میں لگاتار روزوں کی نیت کی تھی، لیکن بیچ میں ایک دن روزہ نہیں رکھا یا عورت کو روزوں کی مدت میں حیض آ گیا، تو ایسی صورت میں مرد اور عورت دوبارہ شروع سے روزے رکھیں۔ اسی طرح سراج وہاج میں ہے۔

(الفتاوی العالمگیریۃ، کتاب الصوم، الباب السادس فی النذر، ج1، ص230، مطبوعہ کراچی)

صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ’’ایک مہینے کے روزے کی منت مانی۔۔۔ اور پے درپے کی شرط لگائی یا دل میں نیّت کی، تو یہ بھی ضرور ہے کہ ناغہ نہ ہونے پائے، اگر ناغہ ہوا۔۔۔ تو اب سے علی الاتصال (لگاتار) روزے رکھے۔ ملخصا‘‘

(بہارِ شریعت، حصہ 5، ج1، ص1017، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، کراچی)

امتحانات کے سبب رمضان کے روزے چھوڑنا کیسا؟

سُوال

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ رمضان المبارک موسم گرمامیں آرہاہے، کیاسالانہ امتحانات کی وجہ سے طلباکارمضان کے فرض روزے قضاکرنا، جائزہے؟ نیزجووالدین بچوں کے اس فعل سے راضی ہوں یاخود روزے چھڑوائیں،ان کے بارے میں کیاحکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

ہرعاقل وبالغ مسلمان پررمضان کاروزہ فرض ہے،بلاعذرِشرعی اس کاچھوڑناگناہ ہےاور سالانہ امتحانات یاگرمی شرعاًفرض روزہ چھوڑنے کاقابل قبول عذرنہیں ہیں، لہٰذابالغ طلباتوبیان کردہ اعذارکی بناپرفرض روزہ چھوڑنے پرگنہگارہوں گےہی،ان کے والدین بھی اگربلاعذرِشرعی روزہ چھڑوائیں گےیاچھوڑنے پرباوجودِقدرت پوچھ گچھ نہ کریں گےتووہ بھی گناہگارہوں گے۔

طالبِ علم کے نابالغ ہونے کی صورت میں اگرچہ اس پرروزہ فرض نہیں ہےاوربے عذر چھوڑے بھی توگنہگارنہ ہوگا، لیکن جب سات سال کے بچے کوروزہ رکھنے کی طاقت ہوتو والدین پرلازم ہے کہ اسے روزہ کاحکم دیں

كتاب الاجارة

موسمِ گرما کی چھٹیوں (Summervacation) کی کٹوتی

سُوال

ایک اسکول اپنے اساتذہ کو موسم گرما کی تعطیلات از خود دے رہا ہے، مگر ان تعطیلات کی تنخواہ اس شرط پر دے گا کہ پڑھائی شروع ہونے سے دو دن پہلے اساتذہ حاضر ہوں، اگر کوئی استاد ان دو دنوں میں سے کسی بھی ایک دن غیر حاضر ہو گا تو اس کی مکمل تعطیلات کی تنخواہ کاٹ لی جائے گی، کیا یہ کٹوتی جائز ہے، جب کہ اسکول نے خود چھٹی دی ہو؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اگر اسکول انتظامیہ اساتذہ کو اس بات کا پابند کرتی ہے کہ وہ موسم گرما کی چھٹیاں ختم ہونے سے دو دن پہلے اسکول میں حاضری دیں تو اساتذہ کے ذمہ لازم ہو گا کہ وہ چھٹیاں ختم ہونے سے دو دن پہلے اسکول میں حاضری دیں، اگر وہ ان دو دنوں میں حاضر نہ ہو سکیں تو صرف دو دنوں کی تنخواہ کاٹی جا سکتی ہے، بشرطیکہ چھٹیوں کی کٹوتی کے لیے کوئی دوسرا معاہدہ نہ کیا گیا ہو، لیکن یہ جائز نہیں کہ دو دن چھٹی کرنے کی وجہ سے پوری چھٹیوں کی تنخواہ کاٹی جائے۔ چنانچہ غمز عیون میں ہے

"ومنها البطالة في المدارس، كأيام الأعياد ويوم عاشوراء، وشهر رمضان في درس الفقه لم أرها صريحةً في كلامهم.

والمسألة على وجهين: فإن كانت مشروطةً لم يسقط من المعلوم

شيء، وإلا فينبغي أن يلحق ببطالة القاضي، وقد اختلفوا في أخذ القاضي ما رتب له من بيت المال في يوم بطالته. فقال في المحيط: إنه يأخذ في يوم البطالة؛ لأنه يستريح لليوم الثاني، وقيل: لا يأخذ. انتهى وفي المنية: القاضي يستحق الكفاية من بيت المال في يوم البطالة في الأصح، واختاره في منظومة ابن وهبان، وقال: إنه الأظهر. فينبغي أن يكون كذلك في المدارس؛ لأن يوم البطالة للاستراحة، وفي الحقيقة يكون للمطالعة والتحرير عند ذي الهمة، ولكن تعارف الفقهاء في زماننا بطالة طويلة أدت إلى أن صار الغالب البطالة، وأيام التدريس قليلة، وبعض المدرسين يتقدم في أخذ المعلوم على غيره محتجًا بأن المدرس من الشعائر مستدلًا بما في الحاوي القدسي مع أن ما في الحاوي القدسي إنما هو في المدرس للمدرسة لا في كل مدرس، فخرج مدرس المسجد، كما هو في مصر والفرق بينهما أن المدرسة تتعطل إذا غاب المدرس بحيث تتعطل أصلًا بخلاف المسجد؛ فإنه لا يتعطل؛ لغيبة المدرس"

ترجمہ: ''اوران میں سے ایک مدارس میں بطالت (تعطیل) ہے، جیسے عید کے دن، یوم عاشورہ، اور رمضان المبارک میں فقہ کی تدریس کی تعطیلات۔ میں نے صراحت کے

ساتھ اس کا ذکر ان کے کلام میں نہیں پایا۔

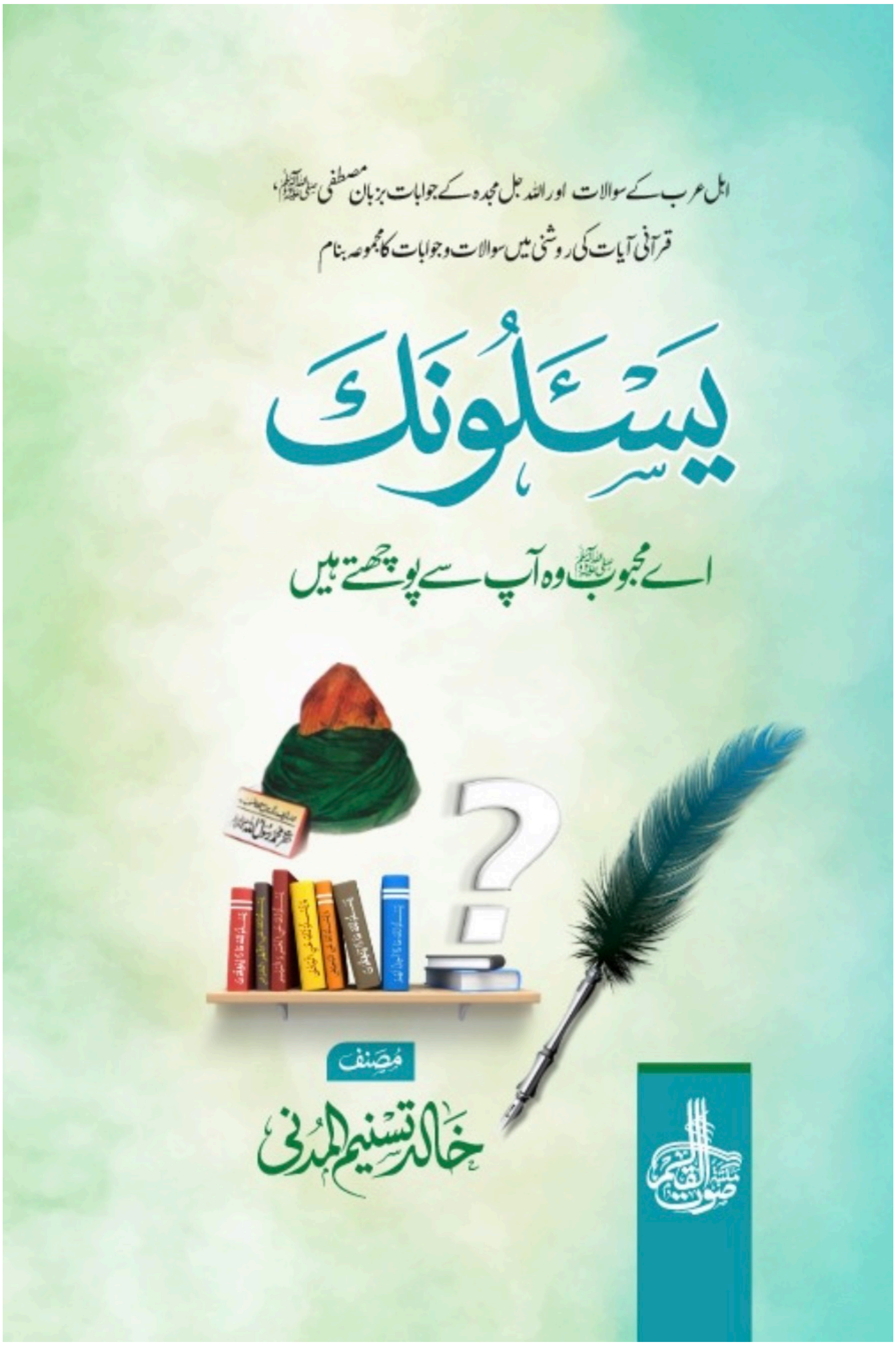
مسئلہ دو صورتوں پر مبنی ہے: اگر تعطیل شرط کے ساتھ ہو (یعنی طے شدہ ہو)، تو مقررہ تنخواہ میں سے کچھ کم نہیں ہو گا۔ ورنہ، اسے قاضی کی بطالت کے حکم سے ملحق کرنا چاہیے۔ قاضی کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ بطالت کے دن بیت المال سے مقررہ وظیفہ لے سکتا ہے یا نہیں۔ محیط میں کہا گیا ہے کہ وہ بطالت کے دن وظیفہ لے سکتا ہے، کیونکہ وہ اگلے دن کے لیے آرام کرتا ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ وہ وظیفہ نہیں لے سکتا۔

منیہ میں ہے: صحیح قول کے مطابق قاضی اپنے بطالت کے دن میں بھی بیت المال سے وظیفہ لینے کا حق رکھتا ہے، اور ابن وہبان کی منظومہ میں بھی اسے اختیار کیا گیا ہے، اور کہا گیا کہ یہی زیادہ ظاہر ہے۔ لہٰذا، مدارس میں بھی یہی حکم ہونا چاہیے، کیونکہ بطالت کا دن آرام کے لیے ہوتا ہے، اور حقیقت میں ہمت والے کے لیے یہ مطالعہ اور تحریر کا دن ہوتا ہے۔ لیکن ہمارے زمانے میں فقہاء کا عرف طویل تعطیلات کا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ زیادہ تر وقت بطالت کا ہو گیا ہے اور تدریس کے دن کم ہو گئے ہیں۔

کچھ اساتذہ مقررہ تنخواہ لینے میں دوسروں پر فوقیت کا دعویٰ کرتے ہیں، اس دلیل سے کہ مدرس دین کی شعائر میں سے ہے، اور اس پر حاوی قدسی کی دلیل پیش کرتے ہیں، حالانکہ حاوی قدسی میں جو بات ہے وہ مدرسہ کے مدرس کے لیے ہے، نہ کہ ہر مدرس کے لیے۔ اس سے مسجد کے مدرس کو خارج کیا گیا ہے، جیسا کہ مصر میں ہے۔

مدرسہ اور مسجد کے مدرس میں فرق یہ ہے کہ مدرسہ استاد کی غیر موجودگی میں مکمل طور پر معطل ہو جاتا ہے، جبکہ مسجد استاد کی غیر موجودگی میں معطل نہیں ہوتی۔"

(غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر، ج2 ص135، مطبوعۃ دار الکتب العلمیۃ)



کتاب اللباس

سمر(Summer) میں عورتوں کا مردانہ لباس پہننا

سُوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ گھر میں عام طور پر خواتین سمر (Summer) عموماً مردوں کے کی طرح کی شرٹ یا لباس پہن لیتی ہیں، تو کیا عورتوں کو ایسا لباس پہننا جائز ہے؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

عورت کو مردانہ لباس یا جوتے پہننا ناجائز و گناہ ہے، کیونکہ اسے مردوں کی مشابہت اختیار کرنے کی سختی سے ممانعت ہے اور ایسی عورتوں پر لعنت ہوتی ہے، لہٰذا مردانہ لباس یا شرٹ پہننا بھی جائز نہیں ہے، اگرچہ گھر کی چار دیواری میں ہی پہنتی ہو سنن ابو داؤد میں ہے:

”عن ابن أبي مليكة قال قيل لعائشة رضي الله عنها إن امرأة تلبس النعل فقالت لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم الرجلة من النساء“

ترجمہ: ابن ابی ملیکہ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی گئی کہ ایک عورت (مردانہ) جوتا پہنتی ہے، تو آپ نے ارشاد فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے مردانہ جوتا پہننے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔

(سنن ابوداؤد، کتاب اللباس، باب فی لباس النساء، جلد 4، صفحہ 105، دار الکتاب العربی، بیروت)

اس میں لفظ الرجلۃ کی تشریح کو فیض القدیر میں یوں بیان کیا گیا ہے:

"تتشبه بالرجال في زيهم أو مشيهم أو رفع صوتهم أو غير ذلك"

ترجمہ: جو عورت مردوں سے ان کی وضع، چلنے، آواز بلند کرنے وغیرہ میں مشابہت اختیار کرے

(فیض القدیر، حرف اللام، جلد 5، صفحہ 343، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: "مرد کو عورت، عورت کو مرد سے کسی لباس وضع، چال ڈھال میں بھی تشبہ حرام نہ کہ خاص صورت و بدن میں۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد 22، صفحہ 664، رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

سیدی اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ سے سوال ہوا: "ایڑی والی جوتی یعنی مثل جوتی مردوں کے عورت پہن لے تو درست ہے یا نہیں؟ مردانی جوتی عورت نمازی کے واسطے پاؤں کو ناپاکی سے بچانے کے لیے بہت خوب ہے۔ خیر جیسا شریعت میں حکم ہو۔"

آپ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا: "ناجائز ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"لعن اللہ المتشبھات من النساء بالرجال والمتشبھین من الرجال بالنساء" رواہ الائمۃ احمد والبخاری وابوداؤد والترمذی وابن ماجۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنھما

ترجمہ: اللہ کی لعنت ان عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت اختیار کریں اوران مردوں پر جو عورتوں سے مشابہت اختیار کریں۔اسے ائمہ کرام مثلا: امام احمد، امام بخاری، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

"لعن اللہ الرجل یلبس لبسۃ المراۃ والمرأۃ تلبس لبسۃ الرجل" رواہ ابوداؤد والحاکم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند صحیح۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس مرد پر لعنت کرے جو عورت جیسالباس پہنے اور عورت پر بھی لعنت کرے جو مرد جیسالباس پہنے۔ابوداؤداور حاکم نے صحیح سند سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔"

(فتاوی رضویہ، جلد22، صفحہ173، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

ناپاک چادراوڑھ کرنماز پڑھنا

سُوال

گرمی کے موسم میں ایسی چادر اوڑھ کر نماز پڑھنا کیسا ہے جس کا ایک کونہ ناپاک ہو اور دوسرا پاک؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

اس کا موسم کی گرمی یا سردی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں البتہ اگر ایسی چادر اوڑھ کر نماز پڑھے جس کا ایک کونہ ناپاک ہو اور رکوع اور سجدہ میں جاتے ہوئے اس ناپاک حصہ میں بھی حرکت ہوتی ہو، تو اس چادر میں نماز درست نہ ہو گی، اور اگر چادر اتنی طویل و عریض ہو کہ اوڑھنے کے باوجود نمازی کی حرکات سے ناپاک حصہ حرکت میں نہ آتا ہو، تو نماز درست ہو جائے گی۔

أَيُّ شَيْءٍ مُتَّصِلٌ بِهِ يَتَحَرَّكُ بِحَرَكَتِهِ كَمِنْدِيلٍ طَرَفُهُ عَلَى عُنُقِهِ وَفِي الْآخَرِ نَجَاسَةٌ مَانِعَةٌ إِنْ تَحَرَّكَ مَوْضِعُ النَّجَاسَةِ بِحَرَكَاتِ الصَّلَاةِ مَنَعَ وَإِلَّا لَا

ترجمہ: جو چیز کسی کے ساتھ متصل ہو اور اس کے حرکت کرنے سے وہ بھی حرکت کرے، جیسے گلے میں پڑا ہوا رومال جس کا ایک سرا گردن پر ہو، اور دوسرے سرے پر

کوئی ایسی نجاست ہو جو نماز سے مانع ہو، تو اگر نماز کے دوران اس نجاست والی جگہ میں حرکت ہوتی ہو تو وہ نماز سے مانع ہو گی، ورنہ نہیں۔

(ردالمحتار علی الدر المختار، کتاب الصلوۃ، ج1 ص402 مطبوعہ دار الفکر بیروت)

گرمیوں میں مچھر کا خون کپڑوں پر لگا جائے تو؟

سُوال

مچھر کا خون پاک ہے یا ناپاک؟ اور اگر اس کا خون کپڑوں پر لگا ہو، تو انہیں پہن کر نماز پڑھنا کیسا؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مچھر کا خون پاک ہے، اس لئے کپڑوں پہ اگر مچھر کا خون لگ جائے، تو اس سے کپڑے ناپاک نہیں ہوتے،، کیونکہ خون وہ ناپاک ہوتا ہے، جو بہنے والا ہو، جبکہ مچھر میں بہنے والا خون نہیں ہوتا، لہذا جن کپڑوں پہ مچھر کا خون لگا ہو، انہیں پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے، البتہ حاضریٔ بارگاہِ خداوندی کے آداب کے پیشِ نظر ممکنہ صورت میں انہیں دھو کر نماز پڑھی جائے۔

گرمی کی وجہ سے ھاف ٹراؤزر(Half Trouser)یا شورٹس (Shorts)پھننا

سُوال

کیافرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ آج کل گرمی کی وجہ سے کئی مرد ہاف ٹراؤزر(Half Trouser)،ہاف پینٹ(Half Pant)یا نیکر پہنتے ہیں، جس میں ان کے گھٹنے اور بعض کی رانیں بھی نظر آتی ہیں اور وہ اسی طرح لوگوں میں گھوم پھر رہے ہوتے ہیں نیز پبلک پول(Public pool)یا بیچ(Beach)پر نہاتے ہوئے،اور کچھ لوگ تو ویسے ہی فیشن(Fashion)کے طور پر ایسا کرتے ہیں۔پوچھنا یہ ہے کہ کیا لوگوں کے سامنے مرد اس طرح کا لباس پہن سکتا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

مرد کا لوگوں کے سامنے ایسا لباس پہن کر آنا کہ جس میں رانیں یا گھٹنے نظر آئیں، ناجائز، حرام اور گناہ ہے،یہ لباس گرمی سے بچنے کے لیے ہو یا بطورِ فیشن، بہر صورت حکم ایک ہی ہے۔ نیز ایسے شخص کی رانوں یا گھٹنوں کی طرف قصداً دیکھنا بھی ناجائز اور گناہ ہے۔

تفصیل اس کی یوں ہے کہ لباس اللہ پاک کی طرف سے عطا کردہ بہت بڑی نعمت ہے کہ اس کے ذریعے انسان پردہ اور زینت اختیار کرنے کے ساتھ دیگر کئی فوائد بھی حاصل کرتا ہے، لٰہذا لباس کو خدا کا احسان سمجھتے ہوئے اُس کے رحمت و برکت والے دین، اسلام کی تعلیمات کے مطابق ہی استعمال کرنا چاہیے اور ہر اس انداز اور طریقے سے بچنا چاہیے، جو خدا کی مرضی کے خلاف ہے، مگر افسوس کہ آج کل معاشرے میں جس طرح دیگر برائیاں دن بہ دن بڑھتی چلی جا رہی ہیں، وہیں لباس کے معاملے میں بھی مختلف حیلے بہانے یا فیشن و معیار کے نام پہ شرعی احکام کو نظر انداز کیا جا رہا ہے، حالانکہ مردوں کے لیے بھی اس بارے میں اسلامی اصول بہت واضح ہے اور وہ یہ ناف کے نیچے سے لے کر گھٹنوں کے نیچے تک کا حصہ ستر میں داخل ہے، یعنی مرد کے لیے زوجہ کے علاوہ دیگر افراد سے اتنے حصے کو چھپانا ضروری ہے اور بلا عذرِ شرعی دوسروں کے سامنے اسے کھولنا حرام اور اللہ جبّار و قہّار کی ناراضی کا سبب ہے۔ نیز ایسا کرنے والا شخص بے حیائی پھیلانے کے گناہ کا بھی مرتکب ہے، جس کے بارے میں قرآن مجید میں سخت وعید بیان کی گئی ہے۔ پھر جتنے بھی لوگ اس کے ستر کی طرف دیکھ کر بد نگاہی کا ارتکاب کریں گے، انہیں تو اس کا گناہ ملے گا، لیکن اُن سب کے برابر ایسا لباس پہننے والے کو بھی ملے گا کہ اُن کے گناہ کا سبب یہی بن رہا ہے، لٰہذا مرد کے لیے بھی اس طرح کے ہاف ٹراؤزر (Half Trouser)، ہاف پینٹ (Half pant) یا نیکر دوسروں کے

سامنے پہننے سے بچنا ضروری ہے۔اللہ پاک ہمیں شرعی احکام پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

حکم مسئلہ سے متعلق قرآنی آیات:

لباس کے بارے میں اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا

ترجمہ: اے آدم کی اولاد! بیشک ہم نے تمہاری طرف ایک لباس وہ اتارا جو تمہاری شرم کی چیزیں چھپاتا ہے اور (ایک لباس وہ جو) زیب وزینت ہے۔

(پارہ8،سورۃالاعراف، آیت26)

بد نگاہی سے بچنے اور پردہ کرنے کے بارے میں اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ

ترجمہ: مسلمان مردوں کو حکم دو کہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لیے زیادہ پاکیزہ ہے، بیشک اللہ ان کے کاموں سے خبردار ہے۔

(پارہ18،سورۃالنور، آیت30)

اس آیت کے تحت تفسیر صراط الجنان میں ہے: ”اس آیت میں مسلمان مردوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور جس چیز کو دیکھنا جائز نہیں، اس پر نظر نہ ڈالیں۔

﴿وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ﴾ آیت کے اس حصے کا ایک معنی یہ ہے کہ زنا اور حرام سے بچیں۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ اپنی شرم گاہوں اور اُن سے متّصل وہ تمام اعضاء جن کا ستر ضروری ہے، انہیں چھپائیں اور پردے کا اہتمام رکھیں۔

(تفسیر صراط الجنان، تحت ھذہ الآیہ، ج6، ص616 تا 618، مکتبۃ المدینہ، کراچی)

اور بے حیائی پھیلانے والوں کے بارے میں اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌۙ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

ترجمہ: وہ لوگ جو چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بُرا چرچا پھیلے، ان کے لیے دردناک عذاب ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

(پارہ18، سورۃ النور، آیت 19)

مرد کا ستر کہاں سے کہاں تک ہے؟ اس بارے میں احادیث:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”ما اسفل من سرته الی رکبتیه من عورته“

ترجمہ: ناف کے نیچے سے لے کر گھٹنوں سمیت حصہ مرد کا ستر یعنی چھپانے کی چیز ہے۔

(مسند احمد بن حنبل، ج11، ص369، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، وہ فرماتے ہیں:

”مر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی رجل وفخذہ خارجۃ، فقال: غط فخذك، فان فخذ الرجل من عورته“

ترجمہ: حضور ﷺ ایک شخص کے پاس سے گزرے، اس کی ران کھلی ہوئی تھی، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنی ران کو چھپالو، کیونکہ مرد کی ران اس کے ستر میں سے ہے۔

(مسند احمد بن حنبل، ج4، ص295، مؤسسۃ الرسالہ، بیروت)

یونہی حضرتِ جرہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو اصحابِ صفہ میں سے ہیں) فرماتے ہیں:

”جلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عندنا وفخذی منکشفۃ فقال: اما علمت ان الفخذ عورۃ“

ترجمہ: حضور ﷺ ہمارے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور میری ران کھلی ہوئی تھی، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ ران ستر یعنی چھپانے کی چیز ہے۔

(سنن ابی داؤد، ج4، ص40، مکتبۃ العصریہ، بیروت)

مرد کا ستر کہاں سے کہاں تک ہے؟ اس بارے میں فقہی جزئیات:

فقہ حنفی کی مشہور و معروف کتاب "الہدایہ" میں ہے:

"وعورة الرجل ما تحت السرة الى الركبة . لقوله عليه الصلاة والسلام : "عورة الرجل ما بين سرته الى ركبته" ويروى "ما دون سرته ، حتى تجاوز ركبته"

ترجمہ: اور مرد کا ستر ناف کے نیچے سے گھٹنوں کے نیچے تک ہے، حضور ﷺ کے اس فرمان کی وجہ سے کہ مرد کا ستر ناف کی نیچے سے گھٹنوں کے نیچے تک ہے۔ اور یوں بھی مروی ہے کہ مرد کا ستر ناف کے نیچے سے شروع ہوتا ہے، یہاں تک کہ گھٹنوں سے تجاوز کر جائے۔

(الہدایہ، ج1، ص45، دار احیاء التراث، العربی)

اور صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: "مرد کے لیے ناف کے نیچے سے گھٹنوں کے نیچے تک عورت ہے، یعنی اس کا چھپانا فرض ہے۔ ناف اس

میں داخل نہیں اور گھٹنے داخل ہیں۔اس زمانہ میں بہتیرے ایسے ہیں کہ تہبند یا پاجامہ اس طرح پہنتے ہیں کہ پیڑو کا کچھ حصہ کھلا رہتا ہے،اگر کُرتے وغیرہ سے اس طرح چھپا ہو کہ جلد کی رنگت نہ چمکے،تو خیر،ورنہ حرام ہے اور نماز میں چوتھائی کی مقدار کھلا رہا،تو نماز نہ ہوگی اور بعض بے باک ایسے ہیں کہ لوگوں کے سامنے گھٹنے،بلکہ ران تک کھولے رہتے ہیں،یہ بھی حرام ہے اور اس کی عادت ہے،تو فاسِق ہیں۔"

(بہارِ شریعت،ج1،ص481،مکتبۃ المدینہ،کراچی)

دوسرے کے ستر کی طرف قصداً دیکھنا جائز نہیں،اس بارے میں احادیث:

حضرتِ ابو سعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لا ینظر الرجل الی عورۃ الرجل ولا المراۃ الی عورۃ المراۃ"

ترجمہ:مرد بھی مرد کے ستر کی طرف نہ دیکھے اور نہ ہی عورت عورت کے ستر کی طرف دیکھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ،ج1،ص101،مطبوعہ ریاض)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"لعن اللہ الناظر والمنظور الیہ"

ترجمہ: بد نگاہی کرنے والے اور کروانے والے، دونوں پر اللہ کی لعنت ہے۔

(شعب الایمان، ج10، ص214، مطبوعہ ریاض)

حضرتِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں:

"قال لي النبي صلى الله عليه وسلم: لا تبرز فخذك ولا تنظر الى فخذ حي ولا ميت"

ترجمہ: اپنی رانیں مت کھولنا اور نہ زندہ کی ران کی طرف دیکھنا اور نہ ہی مردہ کی ران کی طرف۔

(سنن ابن ماجہ، ج1، ص469، دار احیاء الکتب العلمیہ)

اس کے تحت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: "ران ستر ہے، اس سے آج کل کے نیکر پہننے والے عبرت پکڑیں، جن کی آدھی رانیں کھلی ہوتی ہیں اور وہ بے تکلف لوگوں میں پھرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ایمانی غیرت نصیب کرے۔"

(مرآۃ المناجیح، ج5، ص18، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

بد نگاہی کرنے والے کا گناہ، کروانے والے کو بھی ملے گا، اس پر حدیث:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

’’من دعا الی ھدی کان له من الاجر مثل اجور من تبعه لا ینقص ذلک من اجورھم شیئا ومن دعا الی ضلالة کان علیه من الاثم مثل اثام من تبعه لا ینقص ذلک من اثامھم شیئا‘‘

ترجمہ: جو کسی کو سیدھے راستے کی طرف بلائے، تو جتنے بھی لوگ اس کی پیروی کریں گے، اُن سب کے برابر اس (بلانے والے) کو بھی ثواب ملے گا اور پیروی کرنے والوں کے ثواب میں کچھ کمی نہ ہو گی اور جو برائی کی طرف بلائے، تو جتنے بھی لوگ اس کی پیروی کریں گے، ان سب کے برابر اس کو بھی گناہ ملے گا، اور پیروی کرنے والوں کے گناہ میں کچھ کمی نہ ہو گی۔

(صحیح المسلم، کتاب العلم، ج2، ص341، مطبوعہ کراچی)

گرمی کے لئے رکھے ہوئے کپڑے حاجات اصلیہ ھیں؟

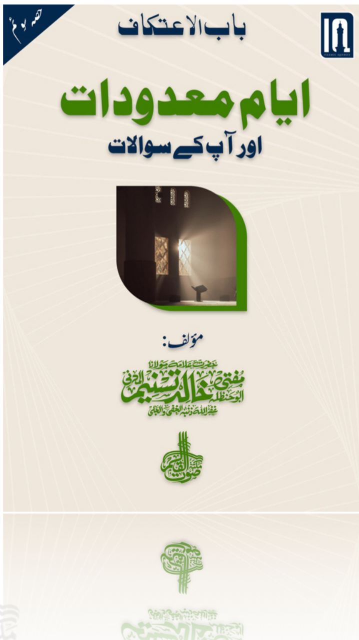
سُوال

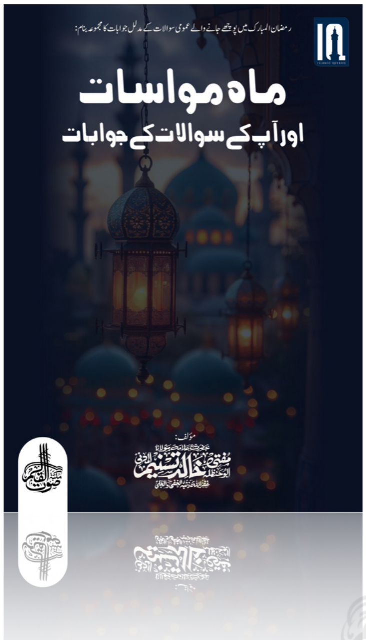
کیا ثیاب بذلہ میں بھی صدقہ فطر واجب ہے جب وہ زائد از ضروریات ہوں؟ کتنی مقدار ہے کہ اس سے استعمال ہونے والے کپڑے زائد ہوں تو وہ موجب صدقہ فطر اور موثر فی نصاب حرمان الزکوۃ ہو؟ اور کیا سمر (Summer) کے لیے رکھے ہوئے کپڑے زائد از ضروریات ہیں حتی کہ شمار ہوں حرمان الزکوۃ سے اور وجوب صدقہ فطر سے؟

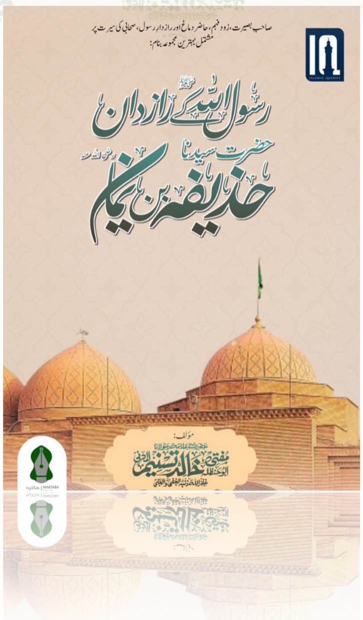
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

ثیاب بذلہ کی وجہ سے صدقہ فطر واجب نہیں۔اور سمر (Summer) کے لیے جو کپڑے بنا کر رکھے ہیں اور استعمال کے لیے رکھے ہیں۔اس میں بھی صدقۂ فطر واجب نہ ہو گا۔اور اگر ایسے شوقیہ بنوالیے ہیں اور کبھی پہننے کی نوبت نہ آئی یعنی ضرورت سے زائد اور محض رکھے ہوئے ہیں، تو اس کی قیمت نصاب میں شمار ہو گی۔اور مقدار نصاب کو پہنچنے کی صورت میں صدقۂ فطر واجب ہو گا۔









کتاب الحظرو الاباحة

گرمی میں نازل ہونے والی آیات

سُوال

سمر(Summer)میں نازل ہونے والی آیات کو کیا کہتے ہیں؟

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَایَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

سمر(Summer)میں نازل ہونے والے آیات کو "صیفی" کہتے ہیں۔ چنانچہ امام سیوطی اپنی کتاب الاتقان میں لکھتے ہیں

"فأردت أن أذكر في هذا التصنيف ما وصل إلى علمي مما حواه القرآن الشريف من أنواع علمه المنيف وينحصر في أمور:

الأول: مواطن النزول وأوقاته ووقائعه، وفي ذلك اثنا عشر نوعًا: المكي المدني، السفري الحضري، الليلي النهاري، الصيفي الشتائي، الفراشي النومي، أسباب النزول أول ما نزل آخر ما نزل."

ترجمہ:’’میں نے اس تصنیف میں قرآن شریف کے ان علوم کا ذکر کرنا چاہا جو میرے علم میں آئے ہیں،اور یہ جامع وبلند پایہ علم مختلف اقسام میں منقسم ہے۔یہ امور درج ذیل ہیں:

پہلا: نزول کے مقامات، اوقات، اور ان سے متعلق واقعات۔ اس میں بارہ اقسام شامل ہیں:

1. مکی اور مدنی
2. سفر اور حضر میں نازل شدہ
3. رات اور دن میں نازل شدہ
4. گرمی اور سردی کے موسم میں نازل شدہ
5. بستر اور نیند کی حالت میں نازل شدہ
6. اسبابِ نزول
7. سب سے پہلے نازل ہونے والی آیات
8. سب سے آخر میں نازل ہونے والی آیات۔۔۔۔۔۔۔"

(الاتقان فی علوم القرآن للسیوطی: مقدمۃ (1/ 17)

گرمیوں میں آم کی گٹھلیوں سے کھیلنا کا شرعی حکم

سُوال

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر لوگ جب فصل آم آتی ہے تو باغوں کو جاکر آم کھاتے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے کے آموں کی گٹھلیاں مارتے ہیں اور لہو ولعب میں مشغول ہوتے ہیں، آیا یہ فعل ان کا کیسا ہے، جائز یاناجائز؟اور برتقدیر عدم جواز کے حرام ہے یابدعت ہے یامکروہ؟اور برتقدیر بدعت کے بدعت حسنہ ہے یاسیئہ؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

گٹھلیاں مارناناجائز وممنوع ہے مسند امام احمد و صحیح بخاری و مسلم وسنن ابی داؤد وسنن نسائی وسنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی:

قال نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن الخذف وقال انہ لایقتل الصید ولاینکاء العدو وانہ یفقأ العین ویکسر السن

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غلایا گٹھلی کنکری پھینک کر مارنے سے منع کیااور فرمایااس سے نہ دشمن پر وار ہوسکے نہ جانور کا شکار، اس کا نتیجہ یہی ہے کہ آنکھ پھوڑ دے یادانت توڑدے۔

(صحیح البخاری کتاب الادب باب الخذف قدیمی کتب خانہ ۲/۹۱۹، صحیح مسلم کتاب الصید باب الخذف قدیمی کتب خانہ ۲/ ۱۵۲، سنن ابی داؤد کتاب الادب باب الخذف آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۵۸)

اور صرف چھلکوں سے ہم عمر ہم مرتبہ لوگ نادرًا محض تطبیب قلب کی طور پر باہم مزاح

دوستانہ کریں جس میں اصلاً کسی حرمت یا حشمت دینی کا ضرر حالاً یا مآلاً نہ ہو تو مباح ہے۔

عالمگیری میں ہے:

قال القاضی الامام ملك الملوک، اللعب الذی یلعب الشبان ایام الصیف بالبطیخ بان یضرب بعضهم بعضا مباح غیر مستنکر کذا فی جواهر الفتاوی فی الباب السادس

ترجمہ: قاضی امام ملک الملوک نے فرمایا وہ کھیل جو موسم گرما میں نوجوان خربوزوں کے ساتھ کھیلتے ہیں ایک دوسرے کو خربوزے مارتے ہیں یہ کھیل مباح ہے گناہ نہیں۔ جواہر الفتاوی کے چھٹے باب میں اسی طرح مذکور ہے۔

(فتاویٰ ہندیہ کتاب الکراہیۃ الباب السابع عشر نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۵۲)

عوارف المعارف شریف میں ہے:

روی بکر بن عبداللہ قال کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم یتبادحون بالبطیخ فاذا کانت الحقائق کانوا هم الرجال یقال بدح یبدح اذا رمی ای یترامون بالبطیخ۔ ذکرہ قدس سرہ فی الباب الثلثین

ترجمہ: بکر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ (بطور تفریح

و کھیل کود) ایک دوسرے پر خربوزے پھینکا کرتے تھے جب حقائق یہ ہیں تو پھر در حقیقت وہی کامل مرد ہیں۔ جب کوئی چیز پھینکی جائے تو کہا جاتا ہے بَدَحَ یَبْدَحُ یعنی صحابہ کرام ایک دوسرے پر خربوزے پھینکا کرتے تھے اھ اس کو صاحب عوارف المعارف نے تیسویں باب میں ذکر فرمایا۔ اللہ تعالی پاک، بلند و بالا اور سب سے بڑا عالم ہے۔

(عوارف المعارف الباب الثلاثون مکتبۃ المشہد الحسینی القاہرہ ص ۱۴۲)

اس طرح بیٹھنا کہ کچھ حصہ دھوپ میں ہو اور کچھ سائے میں

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص اس طرح بیٹھے کہ اس کے بدن کا کچھ حصہ دھوپ میں ہو اور کچھ سائے میں، تو اس کا کیا حکم ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

اس طرح بیٹھنا کہ بدن کا کچھ حصہ دھوپ میں اور کچھ حصہ سائے میں ہو، مکروہِ تنزیہی ہے، حدیث پاک میں اس سے منع کیا گیا ہے کیونکہ یہ طبّی اعتبار سے نقصان دہ ہے۔ اس

لئے اگر کوئی شخص اس طرح بیٹھا ہو تو اس کے لئے مستحب ہے کہ وہ اٹھ کر یا تو مکمل دھوپ میں بیٹھ جائے یا مکمل سائے میں بیٹھ جائے۔

مشکوۃ المصابیح میں سننِ ابی داؤد کے حوالے سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”إذا كان أحدكم في الفيء فقلص عنه الظل، فصار بعضه في الشمس، وبعضه في الظل، فليقم“

یعنی جب تم میں سے کوئی سائے میں ہو اور اس پر سے سایہ رخصت ہو جائے اور وہ کچھ دھوپ اور کچھ سائے میں رہ جائے، تو اسے چاہیے کہ وہاں سے اٹھ جائے۔

(مشکوۃ المصابیح مع مرقاۃ المفاتیح، جلد 7، صفحہ 2983، حدیث 4725، مطبوعہ: بیروت)

خاتم المحدثین شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لمعات التنقیح میں فرماتے ہیں:

”یکرہ فیما یکون بعضه فی الشمس وبعضه فی الظل بحکم هذا الحدیث“

یعنی اس حدیث کے حکم مطابق یہ صورت مکروہ ہے کہ اس کا بعض حصہ دھوپ میں اور بعض حصہ سائے میں ہو۔

(لمعات، جلد 8، صفحہ 75، مطبوعہ: دار النوادر)

علامہ ابو سعید محمد بن مصطفی خادمی آفندی حنفی رحمۃاللہ علیہ بریقہ محمودیہ میں فرماتے ہیں:

”أنه مضر بالبدن من جهة الطب لا من جهة أمر الدين فيكون للتنزيه“

یعنی یہ طبّی اعتبار سے مضر ہے، اس کا دینی معاملات سے تعلق نہیں لہٰذا یہ ممانعت تنزیہی ہوگی۔

(بریقہ محمودیہ، جلد 4، صفحہ 166، مطبعۃ الحلبی)

علامہ قاری رحمۃاللہ علیہ مرقاۃ المفاتیح میں اور علامہ مناوی رحمۃاللہ علیہ فیض القدیر میں فرماتے ہیں:

واللفظ للمناوی: ”فليتحول إلى الظل ندبا وإرشادا لأن الجلوس بين الظل والشمس مضر بالبدن إذ الإنسان إذا قعد ذلك المقعد فسد مزاجه لاختلاف حال البدن من المؤثرين المتضادين كما هو مبين في نظائره من كتب الطب ذكره القاضي“

یعنی اسے چاہئے کہ وہ سائے کی طرف منتقل ہو جائے۔ یہ حکم استحباباً اور مشورہ کے طور پر ہے کہ سائے و دھوپ میں بیٹھنا بدن کو نقصان دیتا ہے کیونکہ انسان جب اس طرح بیٹھتا

ہے، تو دو متضاد اثر والی چیزوں سے بدن کی حالت کے مختلف ہونے کی وجہ سے انسان کا مزاج بگڑ جاتا ہے جیسا کہ کتبِ طب میں اس کے نظائر بیان کیے گیے ہیں، اس کو قاضی نے ذکر کیا۔

(فیض القدیر، جلد1، صفحہ425، بیروت)

مراۃ المناجیح میں مذکورہ حدیث پاک کے تحت ہے: "یا تو سایہ میں ہی چلا جاوے یا بالکل دھوپ میں ہو جاوے، کیونکہ سایہ ٹھنڈا ہے اور دھوپ گرم اور بیک وَقت ایک جسم پر ٹھنڈک و گرمی لینا صحّت کے لئے مضِر (نقصان دِہ) ہے اس لئے ایسا نہ کرے"

(مراۃ المناجیح، جلد6، صفحہ387، نعیمی کتب خانہ، گجرات)

شربت میں انگلی داخل ہوگئی، توکیا اس کا پینا مکروہ ہے؟

سُوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اِس مسئلے کے بارے میں کہ گرمیوں میں بعض لوگ میٹھے شربت کی سبیل لگاتے ہیں۔ اس میں ہوتا یہ ہے کہ سبیل کا شربت بانٹنے والا ہاتھ میں ڈول پکڑ کر گلاسوں میں ڈالتا رہتا ہے اور چند لڑکے لوگوں میں بانٹتے رہتے ہیں، مگر جو ٹب یا بالٹی سے ڈول بھر بھر کر ڈالتا ہے، اکثر اس کا اپنا ہاتھ یا انگلیاں پانی

میں داخل ہوتی ہیں۔اب اگرڈول بھرنے والا بے وضو ہو، تو کیا شربت مستعمل ہو جاتا ہے اوراس کاپینا مکروہ ہے ؟رہنمائی فرمادیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡجَوَابُ بِعَوۡنِ الۡمَلِکِ الۡوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الۡحَقِّ وَالصَّوَابِ

شربت میں انگلی داخل ہونے سے شربت مستعمل اوراُس کاپینا مکروہِ تنزیہی نہیں ہوگا، اگرچہ جس کی انگلی داخل ہوئی، وہ بے وضو ہو، کیونکہ پانی کے مستعمل ہونے کے لیے اُس کااِس قابل ہوناضروری ہے کہ اُس سے نجاستِ حکمیہ کازوال یاقربت کاحصول ممکن ہواور یہ خوبی ''مطلق پانی''میں ہوتی ہے،اِسی لیے جب مطلق پانی کومذکورہ مقاصد کے لیے استعمال کیاجاتاہے،تووہ ''مستعمل''ہوجاتاہے،جبکہ اِس کے مقابلے میں ''مقید پانی''مثلاً شربت، سرکہ اورلسی وغیرہا وضوکے قابل ہی نہیں، توہاتھ لگنے سے اُس کے مستعمل ہونے کابھی کوئی معنی نہیں کہ مستعمل وہی پانی ہوتاہے،جو مطلق ہو، لہذا شربت، دودھ، لسی، سرکہ یاعرقِ گلاب وغیرہا میں اگرکسی بے وضو شخص کی انگلی داخل ہوجائے تویہ چیزیں مستعمل نہ ہوں گی اوراِن کاپینا بلاکراہت جائز ہوگا،یعنی اِس پر کراہتِ تنزیہی کاحکم بھی نہ ہوگا۔

البتہ یہ بات ضرور ملحوظ رہے کہ شرعاً اگرچہ شربت مستعمل نہ ہوگا، مگریوں انگلیوں اور ناخنوں کاشربت میں داخل ہونا،اپنی جگہ قبیح،ناپسندیدہ اور طبعی نفاست کے خلاف

ضرور ہے۔ کوئی بھی سلیم الطبع اور نفیس الفطرت ایسا مشروب پینے کو پسند نہیں کرتا، لہٰذا سبیل لگانے والوں کو چاہیے کہ طہارت و نظافت کا مکمل خیال رکھیں کہ یہ مطلوب شرع ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''تنظفوا بكل ما استطعتم ، فإن الله تعالى بنى الإسلام على النظافة''

ترجمہ: جس قدر ہو سکے، نظافت کا خیال رکھو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کی بنیاد نظافت پر رکھی ہے۔

(کنز العمال، جلد 09، صفحہ 277، مطبوعۃ مؤسسۃ الرسالہ)

مقید پانی مستعمل نہیں ہوتا، چنانچہ ملک العلماء علامہ کاسانی حنفی رحمہ اللہ (وِصال: 587ھ/1191ء) لکھتے ہیں:

''لو توضأ بالماء المقيد كماء الورد ونحوه لا يصير مستعملا بالإجماع؛ لأن التوضؤ به غير جائز ، فلم يوجد إزالة الحدث ولا إقامة القربة''

ترجمہ: اگر کسی شخص نے مقید پانی، مثلاً: عرقِ گلاب وغیرہ سے وضو کیا، تو وہ عرق گلاب یا دیگر مقید پانی بالاجماع مستعمل نہ ہوں گے، کیونکہ اُس سے وضو کرنا ہی جائز نہیں ہے، لہذا اُس سے حدث کا زوال یا قربت کا حصول کچھ بھی نہ ہو گا۔ (لہذا جب پانی مستعمل ہونے کے دونوں یا ایک سبب نہ پایا گیا، تو وہ مقید پانی مستعمل بھی نہ ہوا۔)

(بدائع الصنائع، جلد01، فصل فی الطھارۃ الحقیقیۃ، صفحہ397، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

فتاوی عالمگیری میں ہے:

”لو توضأ بالخل أو بماء الورد لا يصير مستعملا عند الكل كذا في التتارخانية“

ترجمہ: اگر کسی شخص نے سرکے یا عرقِ گلاب سے وضو کیا، تو وہ سرکہ یا عرق سب علماء کے نزدیک مستعمل نہیں ہوگا، جیسا کہ ”الفتاوی التاتارخانیۃ“ میں ہے۔

(الفتاوی الھندیۃ، جلد01، الفصل الثانی فیما لا یجوز بہ التوضؤ، صفحہ23، مطبوعہ کوئٹہ)

امامِ اہلِ سنّت، امام احمد رضا خان رحمہ اللہ (سالِ وفات: 1340ھ/1921ء) نے مستعمل پانی کی تعریف، فوائدِ قیود اور متعلقہ احکامات کو بیان کرتے ہوئے بے نظیر رسالہ بنام ”الطِّرْسُ المُعدَّل فی حدِّ الماءِ المستعمل“ تصنیف فرمایا۔ اس رسالہ میں مستعمل پانی کی جامع ومانع تعریف کرتے ہوئے ابتداءً یہ کلمات تحریر فرمائے: ”ماءِ مستعمل وہ قلیل پانی ہے۔۔۔الخ“

پھر اس تعریف کی ابتداء میں مذکور لفظِ ”پانی“ کے فوائدِ قید بیان کرتے ہوئے لکھا: ”(26) ہم نے ”پانی“ کو مطلق رکھا اور خود رفعِ نجاستِ حکمیہ واِقامتِ قربت ہائے مذکورہ سے واضح کہ پانی سے مائے مطلق مراد ہے، تو شوربے یا دودھ کی لسی یا نبیذِ

تمر سے اگر وضو کرے، وہ مستعمل نہ ہوں گے، اُن سے وضو ہی نہ ہو گا، تو مستعمل کیا ہوں۔(27)خود نفسِ جنس یعنی پانی نے دودھ، سرکہ، گلاب، کیوڑے(ایک پھول کا نام)وغیرہا کو خارج کردیا کہ اُن سے وضو کرے، تو مستعمل نہ ہوں گے، اگرچہ بے وضو ہو، اگرچہ جُنب ہو، اگرچہ نیتِ قربت کرے کہ غیر آب نجاست حکمیہ سے اصلاً تطہیر نہیں کر سکتا۔"

(فتاویٰ رضویہ، جلد 02، صفحہ 47، رضافاؤنڈیشن، لاھور)

گرمی کی بارش کا پانی پی سکتے ھیں یا نھیں؟

سُوال

بارش کا پانی پی سکتے ہیں، پی سکتے ہیں تو کونسی بارش کا، اور کیسے پیئے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

کسی بھی موسم کی بارش کا پانی پینا جائز بھی ہے اور اس میں شفا بھی ہے، قرآنِ مجید فرقانِ حمید میں اسے "ماءً مبارکاً" فرمایا گیا۔ نیز اسے پینے کا وہی طریقہ ہے جو نارمل پانی پینے کا ہے، یعنی بیٹھ کر پیئے، سیدھے ہاتھ سے پیئے، بسم اللہ شریف پڑھ کر پیئے، تین سانسوں

میں پیا جا سکتا ہے تو تین سانسوں میں پیئے، اُجالے میں دیکھ کر پیئے اور آخر میں الحمدللہ کہیں۔

کپ (Cup) میں گرم پانی ڈالنے پر تصویر کا ظاھر ھونا

سُوال

چائے کے کپ پر اس طرح کی تصویر چھاپنا کیسا جو صرف اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب کپ کے اندر کچھ گرم چیز ہو؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَايَةَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

کپ یا کسی دوسری چیز پر کسی جاندار کی تصویر بنانا، ناجائز و گناہ ہے، جبکہ تصویر میں چہرہ یعنی ناک، کان، منہ وغیرہ واضح طور پر نظر آرہے ہوں۔ خالی کپ میں نظر نہ آئے اور گرم چیز ڈالنے پر نظر آئے تو بھی ایسی تصویر بنانا بھی جائز نہیں۔ البتہ کسی بے جان چیز مثلاً پہاڑ، درخت یا قدرتی مناظر وغیرہ پر مشتمل تصویر بنائی تو حرج نہیں۔

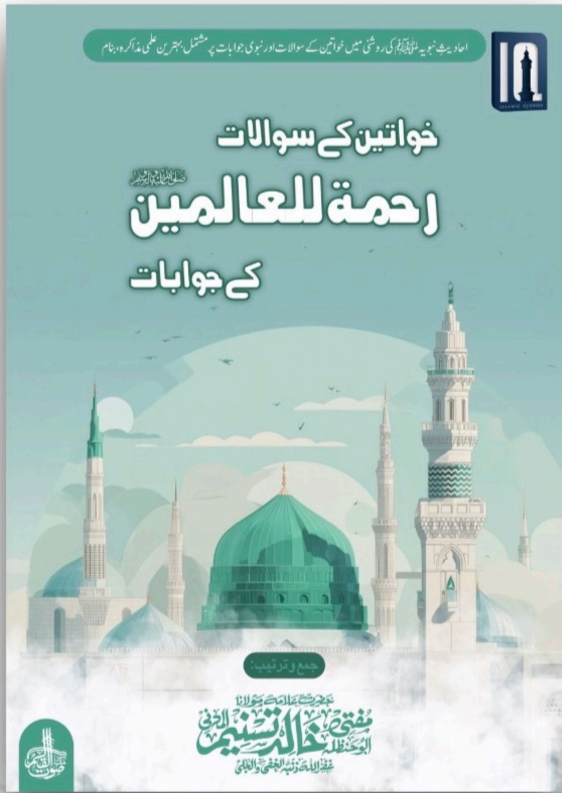
سیدی اعلیٰ حضرت، امام اہلسنت مولانا الشاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فتاویٰ رضویہ میں فرماتے ہیں: "حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ذی روح کی تصویر بنانا، بنوانا،

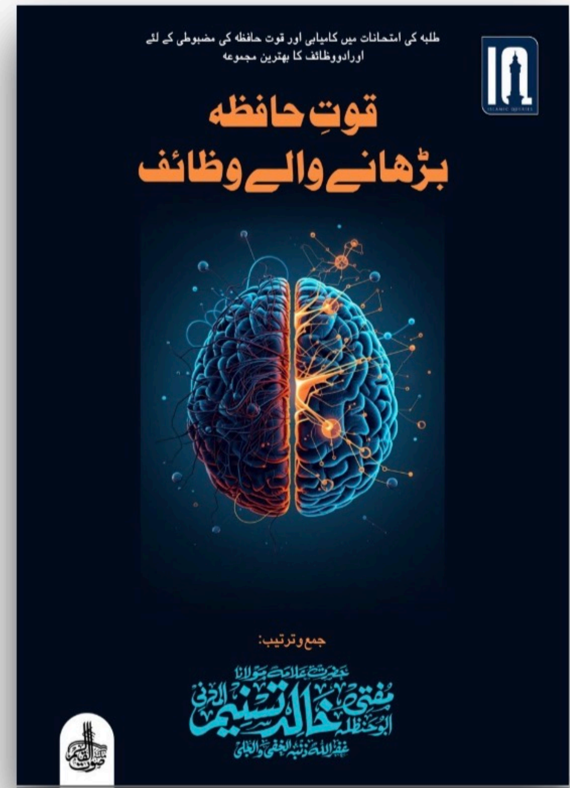
اعزازاً اپنے پاس رکھنا سب حرام فرمایا ہے اور اس پر سخت سخت وعیدیں ارشاد کیں اور ان کے دور کرنے، مٹانے کا حکم دیا؛ احادیث اس بارے میں حدِ تواتر پر ہیں۔

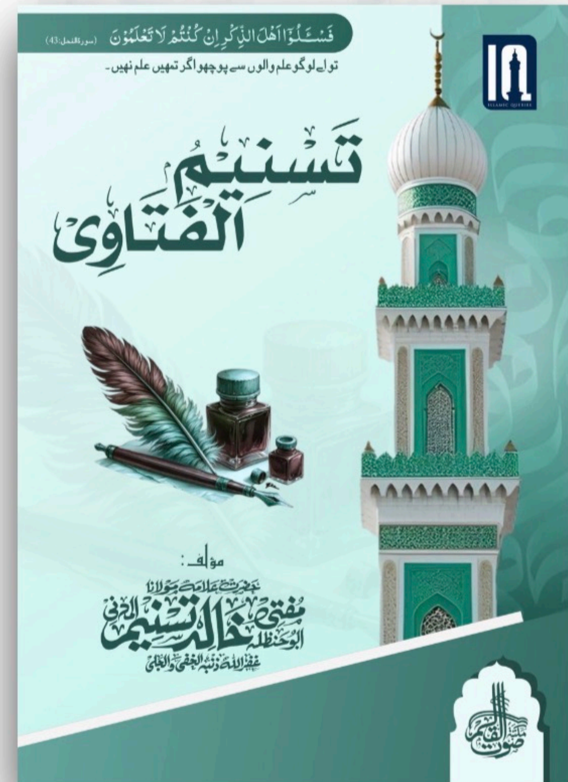
(فتاویٰ رضویہ، جلد 21، صفحہ 426، رضا فاؤنڈیشن لاہور)

KHALID TASNEEM MADANI

خالد تسنیم مدنی کی دیگر تالیفات





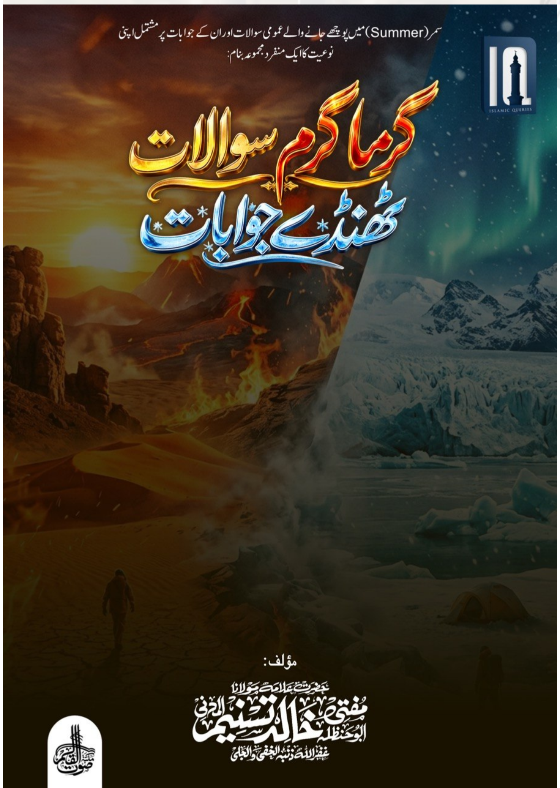


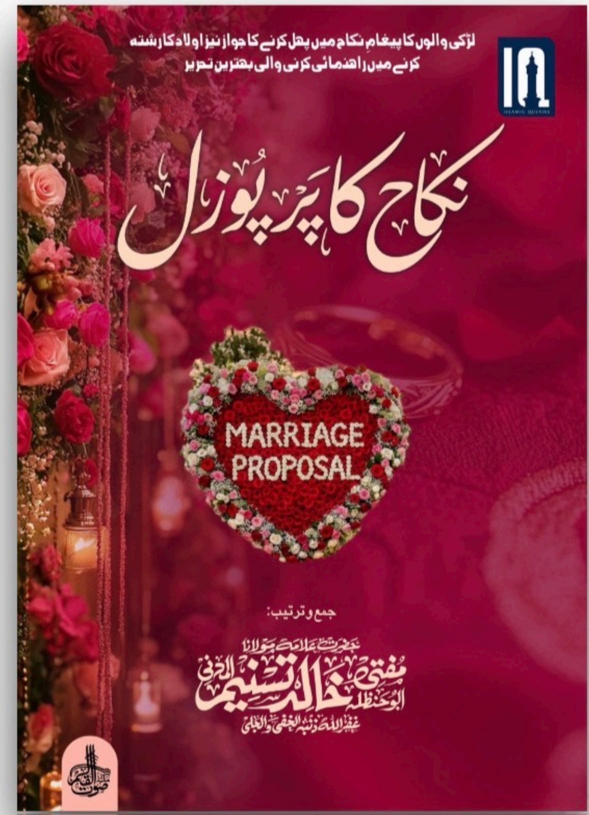


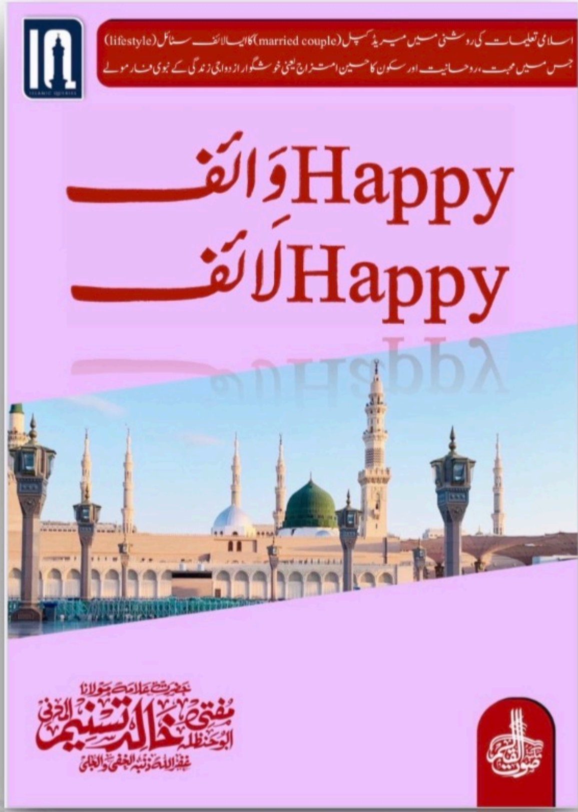

تسنیم النفاسة فی بیان النظافة
روزمرہ زندگی میں صفائی و ستھرائی، طہارت، نفاست اور نظافت کی اہمیت پر جامع و دلنشین تحریر بنام:
پرسنل ہائی جین
(Personal Hygiene)
مؤلف:

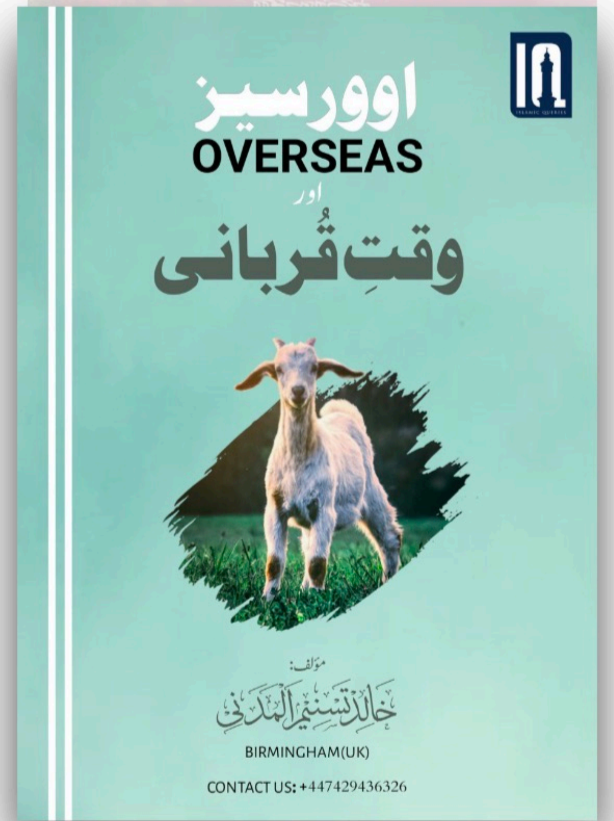

تسنیم الاحسان فی حقوق الحیوان
اسلامی تعلیمات کی روشنی میں بیان کردہ جانوروں کے ساتھ حسن سلوک پر مشتمل بہترین اور حسین گلدستہ بنام:
انیمل رائیٹس اِن اسلام
مؤلف:

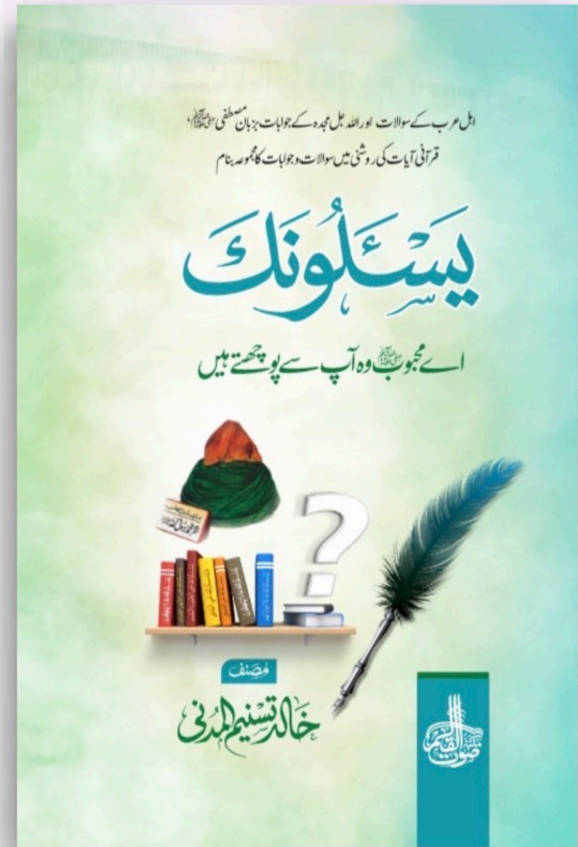

انسان کی پرسنل لائف (personallife) اور پرائیویسی (privacy) کے اسلامی تصور (Islamicconcept) پر مشتمل بہترین کتاب
پرائیویسی اور اسلام
PRIVACY
AND ISLAM
جمع وترتیب:


سمر (Summer) میں پوچھے جانے والے عمومی سوالات اور ان کے جوابات پر مشتمل اپنی نوعیت کا ایک منفرد مجموعہ بنام:
گرما گرم سوالات
ٹھنڈے جوابات
مؤلف:


لڑکی والوں کا پیغام نکاح میں پہل کرنے کا جواز نیز اولاد کا رشتہ
کرنے میں راھنمائی کرنے والی بہترین تحریر
نکاح کا پرپوزل
MARRIAGE
PROPOSAL
جمع و ترتیب:


Happy وائف
Happy لائف


اوورسیز
OVERSEAS
اور
وقتِ قربانی
مؤلف:
خالد تسنیم المدنی
BIRMINGHAM(UK)
CONTACT US: +447429436326


قرآنی آیات کی روشنی میں سوالات و جوابات کا مجموعہ بنام
يسئلونك
اے محبوب ﷺ وہ آپ سے پوچھتے ہیں
مصنف
خالد تسنیم المدنی